مرکز تبلیغاتِ اسلامِ ناب

القول الفصیح فی الاحوال المسیحؑ

Quran’s Introduction of Jesus Christ a.s

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَـقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ 34؀

یہ ہے عیسیٰؑ ابن مریمؑ کے بارے میں قول حق جس میں یہ لوگ شک کر رہے ہیں

ابو محمد احمد فاطمی

2/23/2016

اور ہم نے دیئے عیسیٰؑ بن مریمؑ کو کھلے کھلے معجزات اور ہم نے ان کی تائید کی روح القدس کے ذریعہ (القرآن)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اللّٰھم صل علیٰ مُحَمَّد ﷺ و آل مُحَمَّد ﷺ

امابعد، انبیاء و اوصیاء علیھم السلام تاریخِ انسانیت کی وہ انقلا بی ھستیاں ھیں جنھوں نے تاریخ کا رخ بدل ڈالا، چناچہ دشمنانِ حق و صداقت ھمیشھ انکی ذواتِ قدسیہ و تعلیماتِ الٰھیہ میں تحریف کرتے رھے، جو ذواتِ عالیہ اس حملے کی زد میں شدت کے ساتھ رھیں ان میں سے اک سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیھم السلام ھیں، تحریفِ انجیل سے جھاں آپکے عقیدت مند مسیحی آپکی حقیقی ذاتِ مبارکہ سے شناسا ھونے سے محروم رھے وھیں امتِ مسلمہ جو آپؑ کی نبوت کا اقرار کرتی ہے مطالعہ کی کمی کے سبب صرف شہرت یافتہ روایات تک محدود رہی، اس تحریر کا واحد ہدف اپکی ذاتِ مقدس کا وہ حقیقی تعارف ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعارف کروای۔ اس کو حتیٰ الامکان لوگوں تک پہنچانا ہے۔دعا ہے کہ یہ کاوش بارگاہِ خدا و انبیاءؑ بلاخص حضرت مسیحؑ و سیدنا مُحَمَّد مصطفیٰؐ و آلِؑ مصطفیٰؐ میں شرفِ قبولیت پا لے اور تمام خواہران و برادران کے لیے باعثِ ہدایت و حق شناسی قرار پائے۔ زیرِ نظر کتاب میں سورہ ہائے مبارکہ کی وہی ترتیب ہے جو قرآن کی اپنی ترتیب ِسورہ ہے، سیدنا عیسیٰؑ سے متعلق آیات سورۃ مبارکہ البقرہ تا سورۃ مبارکہ الصف شامل ہیں۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ 62

جو ایمان لائے ہیں (مسلمان) اور یہودی نصاریٰ اور صائبین (حضرت یحییٰ، حضرت نوح وحضرت ابراہیم حضرت موسیٰ وحضرت مسیح کے پیروکار) جو بھی خدا اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے ان کی جزا واجر ان کے پروردگار کے ہاں مسلم ہے اور ان کے لئے (آئندہ یا گذشتہ) کسی قسم کا خوف اور غم نہیں ہے اور ہر دین کے پیروکار جو اپنے عہد میں اپنی ذمہ اریاں ادا کرتے رہے ہیں ان کے لئے اجر ہے۔

بعض بہانہ ساز مذکورہ بالا آیت کو غلط افکار کے لئے دستاویز کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ ہر مذہب کے پیرو کو اپنے ہی مذہب پر عمل کرنا چاہیے لہٰذا ان کے نزدیک یہودی، عیسائی یا دوسرے مذاہب کے پیروکار آج اپنے تحریف شدہ دین کو اپنائے رکھیں اگر توحید کے منافی بھی وہ خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوں اور عمل صالح انجام دیں تو کافی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے: قرآنی آیات ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔ قرآن سورۃ آل عمران آیت 85 میں کہتا ہے:

اگر کوئی شخص اسلام کے علاوہ کوئی دین اپنے لئے انتخاب کرے گا تو وہ ہرگز قابل قبول نہ ہو گا۔

علاوہ ازیں قرآن یہود و نصاری اور باقی ادیان کے ماننے والوں کو دعوت اسلام دینے والی آیات سے بھرا پڑا ہے،

سورہ مائدہ آیت 68 میں ہے:

کہیے کہ اے اہل کتاب! تمہاری اس وقت تک کوئی قدر و قیمت نہیں جب تک تم تورات، انجیل اور جو کچھ پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف نازل ہوا ہے اسے قائم اور برقرار نہ رکھو اور اس میں سے ایک رسول اسلام پر ایمان لانا ہے جن کے ظہور کی بشارت تمہاری کتب میں آچکی ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ اَفَكُلَّمَا جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ 87

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور دیئے ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح دلائل، اور ان کی تائید کی ہم نے روح القدس کے ذریعہ، کیا جب کبھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسے احکام لایا جو تمہارے نفسوں کو گراں نہ تھے تو تم نے تکبر کیا، سو ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کرتے رہے ہو۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰي شَيْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰي شَيْءٍ ۙ وَّھُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ١١٣

اور یہودی کہتے ہیں کہ مسیحی نہیں کسی راہ پر، اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی پیروانِ شریعت نہیں کسی راہ پر، حالانکہ وہ کتاب (الٰہی) کے پڑھنے والے ہیں۔ اور اسی طرح کی باتیں وہ لوگ بھی کہنے لگے جو (اللہ کے حکم احکام کچھ بھی) نہیں جانتے۔ سو قیامت کے دن اللہ ان کے درمیان اس کا فیصلہ کردے گا جس بات میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ڮ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ١٣٦

اور مسلمانو! تم ان سے کہو کہ ہم اللہ پر اور جو اس نے ہماری طرف بھیجا ہے اور جو ابراہیم علیہ السّلامؑ اسماعیل علیہ السّلامؑ اسحاق علیہ السّلامؑ یعقوب علیہ السّلامؑ اولادِ یعقوب (علیہ السلام) کی طرف نازل کیا ہے اور جو موسیٰ علیہ السّلامؑ عیسیٰ (علیہ السلام) اور انبیاء (علیہ السلام) کو پروردگار کی طرف سے دیا گیا ہے ان سب پر ایمان لے آئے ہیں. ہم پیغمبروں (علیہ السلام) میں تفریق نہیں کرتے اور ہم خدا کے سچے مسلمان ہیں۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۘ مِنْھُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْھُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْھُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْھُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ٢٥٣

یہ رسول ہیں ہم نے فضلیت دی ان میں بعض کو بعض پر، ان میں بعض سے اللہ نے کلام فرمایا اور بعض کو درجات کے اعتبار سے بلند فرمایا، اور ہم نے دیئے عیسیٰ بن مریم کو کھلے کھلے معجزات اور ہم نے ان کی تائید کی روح القدس کے ذریعہ، اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ آپ میں جنگ نہ کرتے جو ان کے بعد تھے، اس کے بعد کہ آئے ان کے پاس کھلے ہوئے معجزات، لیکن انہوں نے آپس میں اختلاف کیا سو ان میں سے بعض وہ تھے جو ایمان لائے اور بعض وہ تھے جنہوں نے کفر کیا، اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ آپس میں جنگ نہ کرتے لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِىْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ 35

جب عمران کی بی بی (حنہ) نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے میرے پروردگار میں نے جو اولاد میرے پیٹ میں ہے اسے دنیا کے معاملات سے آزاد کر کے تیری نذر کر دیا ہے بس میری اس نذر کو قبول کر لے تو سب سے زیادہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۭ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّىْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّىْٓ اُعِيْذُھَابِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ 36

پھر جب اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی تو اس نے کہا مالک! میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہو گئی ہے۔ حالانکہ جو کچھ اس سے پیدا ہوا تھا، اللہ کو اس کی خبر تھی اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا۔ میں نے اس کا نام مریم (عابدہ و خادمہ الہیٰ) رکھ دیا ہے۔ اور میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَـنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ڝ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَھَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَـمُ اَنّٰى لَكِ ھٰذَا ۭ قَالَتْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ 37

چنانچہ اس کے رب نے اس کی نذر (لڑکی) کو بوجہ احسن قبول فرمایا اور اس کی بہترین نشو و نما کا اہتمام کیا اور زکریا کو اس کا سرپرست بنادیا، جب زکریا اس کے حجرۂ عبادت میں جاتے تو اس کے پاس طعام موجود پاتے، پوچھا: اے مریم! یہ (کھانا) تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟ وہ کہتی ہے : اللہ کے ہاں سے، بیشک خدا جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

جب حضرت مریم (س) رشد کو پہنچ گئیں۔ لڑکی ہونے کی وجہ سے حسب نذر ہیکل کی خادمہ تو نہ بن سکیں، عبادات اور اعتکاف کے لیے عبادت گاہ میں داخل کر دی گئیں۔ حضرت مریم (س) کے والد حضرت عمران زندہ نہ تھے، اس لیے حضرت مریم (س) کی کفالت ایک مسئلہ بن گئی تھی۔ کیونکہ ہیکل کے کاہنوں خدام ہیکل میں سے ہر اک اس معصومہ کا کفیل و خادم بننے کی خواہش رکھتا تھا کیونکہ وہ آپؑ کی پاکیزگی کو جانتے تھے۔ آخر قرعہ اندازی ہوئی تو قرعہ حضرت زکریا (علیہ السلام) کے نام نکل آیا۔ چنانچہ حضرت زکریا (علیہ السلام) نے حضرت مریم (س) کو ہیکل کے حجرہ ہائے عبادت میں سے ایک حجرے میں دیا۔ وہ قفل لگا دیتے اور خود ہی آکر کھولتے تھے اور آپکے سوا مریمؑ کے پاس کوئی نہ آتا تھا نہ اجازت تھی۔ لیکن یہ دیکھ کر انہیں تعجب ہوتا تھا کہ حضرت مریم (س) کے پاس بے موسم کے میوے اور کھانے کی چیزیں موجود ہوتی تھیں۔ لفظ کُلَّما سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ہمیشہ پیش آتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حضرت زکریا (ع) نے ان تمام ذرائع کا مطالعہ کیا ہوگا جہاں سے کھانا آسکتا تھا۔ لیکن بے موسم کے میوے کہاں سے آتے؟ اس لیے پوچھا: مریم یہ کھانا کہاں سے آتا ہے؟ مریم (س) جواب دیتیں: اللہ کی جانب سے۔
وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰي نِسَاۗءِ الْعٰلَمِيْنَ 42؁
(اور جبکہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم) بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھے چھانٹ لیا پہلی مرتبہ اسی وقت جب تمہاری ماں سے تمہیں قبول کر لیا اور تیری تربیت کی اور شاندار کرامات سے تجھے نوازا۔ وَطَهَّرَكِ (اور تجھے پاک رکھا) ناپاک افعال سے۔
وَاصْطَفٰكِ (اور ثانیاً تجھے چنا) عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ (تمام جہان کی عورتوں پر) وہ اس طرح کہ تجھے بلا باپ عیسیٰ بیٹا عنایت کر دیا اور یہ فضیلت کسی اور عورت کو حاصل نہیں۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ڰ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ 45؀ۙ
جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا، وہ دنیا و آخرت میں آبرومند ہوگا اور مقرب لوگوں میں سے ہوگا۔

مَسِیْحُ یہ عظیم الشان لقب ہے عبرانی زبان میں اصل یہ مِشِیْحاً ہے اس کا معنی مبارک ہے۔ ان کو مسیح اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ جس کسی بیمار دکھی کو ہاتھ لگاتے وہ صحیح ہو جاتا۔ (ان دونوں صورتوں میں مادہ مَسْح ہوگا یا تیسرا قول یہ ہے کہ سیاحت کرتے اور کسی جگہ مستقل قیام اختیار نہ کرتے (اس صورت میں سیاحت مادہ ہے)۔ اصل عبرانی میں "ایشوع" تھا۔ معرّب ہو کر "عیسیٰ" بنا۔ جسکے معنی سید کے ہیں۔ وَجِیْھًا (وہ باعزت و باوجاہت ہونگے) فِی الدُّنْیَا (دنیا میں) نبوت اور اطاعت کے ساتھ وَالْاٰخِرَۃِ (اور آخرت میں) بلند درجات اور شفاعت کے ساتھ۔ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ (وہ مقربین میں سے ہونگے) ان کو اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف اٹھائیں گے۔ حضرت مسیح (علیہ السلام) کو یہاں اور قرآن و حدیث میں کئی جگہ "کلمۃ اللہ" فرمایا ہے۔ النسآء: 171 یوں تو اللہ کے کلمات بیشمار ہیں جیسا کہ الکھف: 109 لیکن بالتخصیص حضرت مسیح کو "کلمۃ

اللہ" (اللہ کا حکم) کہنا اس حیثیت سے ہے کہ ان کی پیدائش باپ کے توسط کے بدون عام سلسلہ اسباب کے خلاف محض خدا کے حکم سے ہوئی ۔ابن مریم اس لئے لائے کیونکہ وہ بغیر باپ پیدا ہوئے پس انکی نسبت ماں ہی کی طرف ہوگی۔اس پر متنبہ کرنا تھا کہ باپ نہ ہونے کی وجہ سے اسکی نسبت صرف ماں ہی کی طرف ہوا کرے گی۔ حتیٰ کہ لوگوں کو خدا کی یہ آیت عجیبہ ہمیشہ یاد دلانے اور مریم کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے گویا نام کا جزبنادی گئی۔ ممکن تھا کہ حضرت مریم کو بمقتضائے بشریت یہ بشارت سن کر تشویش ہو کہ دنیا کس طرح باور کرے گی کہ تنہا عورت سے لڑکا پیدا ہو جائے۔ناچار مجھ پر تہمت رکھیں گے اور بچہ کو ہمیشہ برے لقب سے مشہور کر کے ایذا پہنچائینگے۔میں کس طرح براءت کرونگی۔اس لئے آگے وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ کہہ کر اطمینان کر دیا کہ خدا اس کو نہ صرف آخرت میں بلکہ دنیا میں بھی بڑی عزت و وجاہت عطا کرے گا اور دشمنوں کے سارے الزام جھوٹے ثابت کر دے گا۔"وجیہ" کا لفظ یہاں ایسا سمجھو جیسے موسیٰ (علیہ السلام) کے متعلق فرمایا: (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا) 33۔الاحزاب:69) گویا جو لوگ "وجیہ" کہلاتے ہیں انکو حق تعالیٰ خصوصی طور پر جھوٹے طعن و تشنیع یا الزامات سے بری کرتا ہے۔ حضرت مسیح (علیہ السلام) کے نسب پر جو خبیث باطن طعن کرینگے یا خدا کو یا کسی انسان کو جھوٹ موٹ انکا باپ بتلائینگے یا خلاف واقعہ انکو مصلوب و مقتول یا بحالت زندگی مردہ کہیں گے یا اُلوہیت و ابنیت وغیرہ کے باطل عقائد کی مشرکانہ تعلیم ان کی طرف منسوب کریں گے،اس طرح کے تمام الزامات سے حق تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اعلانیہ بری ظاہر کر کے ان کی وجاہت و نزاہت کا علیٰ روس الاشہاد اظہار فرمائے گا۔ابن مریم علیہا السلام کو کلمۃ اللہ اس لئے فرمایا کہ ان کی پیدائش غیر مادی اسباب کی بنا پر ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے خرق عادت کے طور پر محض اختیار کن فیکون سے کام لیتے ہوئے آپ کو مادہ پرست لوگوں کے لئے ایک زبردست نشان بنایا۔ان کو جلال و رعب عنایت کیا یہودی باوجود وسیع مادی قوت کے مسیح (علیہ السلام) کو گرفتار نہ کر سکے،

انجیل میں جو یہ لکھا ہے کہ مسیح (علیہ السلام) کو دو چوروں کے ساتھ صلیب پر لٹکا دیا گیا یہ وجاہت و وقار کے خلاف ہے، کوئی نبی اپنے آپ کو اس بے چارگی کے ساتھ کفر کے سپرد نہیں کر دیتا نبی آخر وقت تک باطل سے لڑتا اور جہاد کرتا ہے۔

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ 46؀

وہ لوگوں سے گہوارہ میں بھی بات کرے گا اور بھرپور جوان ہونے کے بعد بھی اور صالحین میں سے ہو گا

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ 47؀

مریم نے کہا: پروردگارا! میرے ہاں لڑکا کس طرح ہو گا؟ مجھے تو کسی شخص نے چھوا تک نہیں، فرمایا: ایسا ہی ہو گا اللہ جو چاہتا ہے خلق فرماتا ہے، جب وہ کسی امر کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

یہ استفہام از باب تعجب ہے حقیقت جاننا چاہتی ہیں کہ کسی بشر کے چھوے بغیر بچہ ہو گا بطور اعجاز ہو گا۔جواب میں فرمایا: بطور خاص اعجاز ہو گا۔

بغیر باپ کے بچہ خلق کرنا اللہ کے لیے تو ایسا ہی ہے جیسے باپ کے ذریعے بچہ پیدا کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ چیزوں کو وسائل و آلات کے ذریعے پیدا نہیں کرتا کہ کچھ کام اس کے لیے آسان، کچھ مشکل یا کچھ ناممکن ہوں، بلکہ ہر جگہ اس کا ارادہ چلتا ہے۔ یہاں تک کہ کسی چیز کے خلق کرنے پر اس کا کاف و نون بھی خرچ نہیں ہوتا۔ آیات میں استعمال شدہ کُن کا لفظ تو خدائی ارادے کی وضاحت کے لیے ایک تعبیر ہے۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ‎48ۚ‏

اور اسے کتاب و دانش اور تورات و انجیل کی تعلیم دے گا۔

جو افراد خدا کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لیے مامور ہوتے ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ پہلے مرحلے میں علم و دانش کے ذریعے لوگوں کو دعوت دیں ، اور زندہ و انسان ساز آئین و قوانین پیش کریں۔ پھر دوسرے مرحلے میں خدا سے اپنے ارتباط کے لیے واضح اسناد دکھائیں اور یوں خدا کی طرف سے اپنے منصوب ہونے کا ثبوت پیش کریں۔

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْــــَٔــةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢ ا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙفِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ‎49ۚ‏

اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا (ان سے کہے گا) کہ بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی شکل جیسا (ایک پتلا) بناتا ہوں پھر میں اس میں پھونک مارتا ہوں سو وہ اللہ کے حکم سے فوراً اڑنے والا پرندہ ہو جاتا ہے، اور میں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو شفایاب کرتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مردے کو زندہ کر دیتا ہوں، اور جو کچھ تم کھا کر آئے ہو اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو میں تمہیں (وہ سب کچھ) بتا دیتا ہوں، بیشک اس میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو

یہودیوں میں جب حضرت مسیح (علیہ السلام) کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، اس وقت ان کی حالت نہایت بگڑ چکی تھی، ان میں مادیت کے جراثیم بری طرح سرایت کر چکے تھے اور سرمایہ کا حصول ان کی زندگی کا سب سے بڑا نصب العین تھا، وہ دنیا میں سب سے زیادہ مال دار تھے، اور چاہتے تھے کہ دنیا بھر کے ذخائر و خزائن ان کے پاس جمع رہیں اور ساری دنیا ان کی محتاج ہو، اس مادیت کے ساتھ ساتھ وہ مذہبیت کے دعوے دار بھی تھے چند رسوم و ظواہر کے سوا ان کے پاس اور کچھ نہ تھا، روحانیت اور اخلاق حمیدہ سے وہ کوسوں دور تھے۔
اس لئے ان کے ہاں مسیح (علیہ السلام) ایسے روحانی شخص کو بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ ان کی مادیت کے طلسم کو توڑ دے اور انہیں یقین دلا دے کہ ایک قوت مادہ سے وراء اور بلند بھی ہے جس کے اختیارات زیادہ وسیع ہیں چنانچہ مسیح (علیہ السلام) نے انہیں چند معجزات و خوارق دکھائے جو مادیت کے قلعہ پر کاری ضرب کی حیثیت رکھتے ہیں، پرندے بنائے، مادرزاد اندھے اور کوڑھیوں کو شفا بخشی اور ان کو بتایا

کہ تمہاری ضروریات اکل وشرب کے لئے کتنا کافی ہے اور کس قدر تم جمع کرتے ہو حضرت مسیح(علیہ السلام) کے یہ روحانی کرشمے ان کی مادیت کا صحیح جواب تھے،۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ 50ؔ
اور توریت جو میرے سامنے موجود ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں تاکہ جو چیزیں تم پر حرام ہیں ان میں سے بعض کو بحکم خدا تم پر حلال کروں اور خدا کی طرف سے اپنی نبوت کی نشانی لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ 51ؔ
اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ بس اس کی عبادت کرو یہی نجات کا سیدھا راستہ ہے

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْھُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ 52ؔ
جب عیسیٰ نے محسوس لوگوں میں کفر کی شدت کو تو بولے: اللہ کی راہ میں کون میرا مددگار ہوگا؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ رہیں کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ 53ؔ
اے ہمارے رب جو تونے نازل کیا ہے ہم اس پر ایمان لائے اور تیرے رسول مسیحؑ کی پیروی کی۔ پس ہمیں اپنے رسول کے گواہوں میں رکھ لے۔
وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ 54ؔ
اور یہود نے خفیہ تدبیر کی (عیسیٰ کے قتل کی) اور اللہ نے تدبیر کی (ان کو بچانے کی) اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ 55ؔ
اور جب خدا نے فرمایا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) ہم تمہاری مدّتِ قیامِ دنیا پوری کرنے والے اور تمہیں اپنی طرف اٹھا لینے والے اور تمھیں کفار کی خباثت سے نجات دلانے والے اور تمھاری حقیقی پیروی کرنے والوں کو (ہر دو طبقوں: اعلانیہ آپکی نبوت انکار کرنے والوں اور آپکی نام نہاد پیروی کا دعویٰ کرنے اور آپکی حقیقی تعلیمات کا انکار کرنے والوں) پر قیامت تک کی برتری دینے والے ہیں۔ اس کے بعد تم سب کی بازگشت ہماری طرف ہوگی اور ہم تمہارے اختلافات کا صحیح فیصلہ کردیں گے۔

جن بزرگوں کی نبوت معلوم و مسلم ہے ان میں سب سے بڑھ کر ظلم سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) پر کیا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) ویسے ہی ایک انسان تھے جیسے سب انسان ہوا کرتے ہیں۔ اللہ نے ان کو حکمت و نبوت اور اعجاز کی قوتیں عطا فرما کر ایک بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح کے لیے معمور فرمایا تھا لیکن اول تو ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا اور پورے تین سال بھی ان کے وجود مسعود کو برداشت نہ کر سکی یہاں تک کہ عین عالم شباب میں انہیں قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا اگرچہ وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر جب وہ ان کے بعد ان کی عظمت کے قائل ہوئے تو اس قدر حد سے تجاوز کر گئے کہ ان کو خدا کا بیٹا بلکہ عین خدا بنا دیا اور یہ عقیدہ ان کی طرف منسوب کیا کہ خدا مسیح کی شکل میں اس لیے نمودار ہوا تھا کہ صلیب پر چڑھ کر انسا بن کے گناہوں کا کفارہ ادا کرے کیونکہ انسان فطرتاً گناہ گار ہے اور خود اپنے عمل سے اپنے لیے نجات حاصل نہ کر سکتا تھا۔ سب سے زیادہ ظلم اس کے معتقدین ہی نے کیا ہے انہوں نے اس پر اپنے تخیلات و اوہام سے اتنے پردے ڈال دیے ہیں کہ اس کی شکل و صوت دیکھنا ہی محال ہو گیا ہے اور اس کو اس شکل میں پیش کیا جاتا ہے کہ یا تو وہ خدا کا بیٹا یا خدا اس میں حلول کر گیا تھا یا کم از کم خدائی میں وہ کسی حد تک شریک و مبہم تھا۔ اس پر یہ بہتان اٹھایا اور اس کی تعلیمات میں اپنے ہوائے نفس کے مطابق اتنی تحریف کی کہ آج دنیا کی کسی کتاب میں سوائے قرآن کریم کے مسیح کی اصل تعلیم اور خود ان کی حقیقت کا نشان نہیں ملتا۔

"جب قرآن کریم نے اس قوم کے انبیاء علیہم السلام کی صفائی پیش کی اور ان کا لگایا ہوا ایک ایک داغ ان کے دامنوں سے دھویا سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کو پیش گوئی کے طور پر گویا یہ بتا دیا گیا کہ تیرے خون کے پیاسے نہ صرف یہ کہ تجھے قتل نہیں کر سکیں گے بلکہ ان کو تہس نہس کر دیا جائے گا اور پوری قوم کی قوم تیرے مقابلے میں خائب و خاسر ہو گی۔ اس سے زیادہ اور بڑی کون سی رسوائی ہو گی کہ جب پوری قوم کی قوم عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کرنے کے درپے تھی اور آپ کو ان سے اس طرح نکال دیا گیا جیسے مکھن سے بال نکالا جاتا ہے، اگر انبیاء کرام علیہم السلام کے مخالفین و معاندین زندہ ہیں تو ان کو ہر طرح سے زک پہنچانے والے بھی بحمد للہ موجود ہیں اور عیسیٰ (علیہ السلام) کے متبعین یقیناً کامیاب و کامران ہوں گے: اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا "سے یہاں پہلی اور واضح مراد یہی ہے جیسا کہ اوپر بھی وضاحت کی گئی ہے اور " اَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ "یعنی جو عیسیٰ (علیہ السلام) کی رسالت کے قائل ہیں مراد مسلمان اور سچے عیسائی ہیں۔ سچے عیسائیوں سے مراد اس وقت کے عیسائی ہیں جو مسیح (علیہ السلام) کو نبی مان گئے اور یہود کے ان الزامات کی تردید کرتے رہے جو انہوں نے اس وقت عیسیٰ (علیہ السلام) پر ۔عیسائی قوم جو بظاہر سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کو مانتی اور تسلیم کرتی ہے دراصل عیسیٰ (علیہ السلام) کی متبع نہیں رہی کیونکہ انہوں نے بالکل ایک نیا دین بنا کر عیسیٰ (علیہ السلام) کے نام سے شائع کر دیا ہے

ہم یقینی طور پر عیسیٰ (علیہ السلام) کی نبوت کو مانتے ہیں نہ ان کو خدا اور نہ خدا کا بیٹا اور نہ ہی خدائی میں حصہ دار مانتے ہیں۔ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خوشخبری دینے والا قوم بنی اسرائیل کا آخری رسول تسلیم کرتے ہیں اس لیے سچے متبع وہی کہلانے کا حق رکھتے ہیں۔ **ان شاء اللہ یقیناً وہ وقت آئے گا کہ اس تحریک احیائے اسلامِ نابِ محمدیؐ تمام مسلمانوں کو من حیث القوم ایک اور صرف ایک امت بنا دے اور پھر ظہورِ مہدیؑ و مسیحؑ ہو گا اور زمین پہ اسلام ناب نافذ ہو گا۔۔ ہم سنت اللہ کے تحت یہ بات یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں اور کہہ رہے ہیں اور آیت زیر نظر اسی نظریہ کے متقاضی ہے۔**

مختصر یہ کہ سب سے پہلا وعدہ یہ تھا کہ وہ عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت یہودیوں کے ہاتھوں قتل کے ذریعہ یا سولی پر چڑھانے سے نہیں ہونے دے گا بلکہ طبعی طور سے وقت موعود پر ہو گی۔ اس آیت نے "وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا" کے الفاظ سے اس کی وضاحت فرما دی۔

دوسرا گروہ دشمنوں کی تہمتوں سے پاک کرنے کا تھا وہ اس طرح پورا ہوا کہ خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہود کے سارے غلط الزامات کو صاف کر دیا۔ مثلاً یہود سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کے نسب کو مطعون کرتے تھے قرآن کریم نے اس کی پوری پوری وضاحت کر دی اور ان کو وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ بیان کیا۔ یہود نے آپ کی والدہ ماجدہ کے متعلق وریدہ دہنی سے کام لیا اللہ تعالیٰ نے مریم (علیہ السلام) کو اس وقت کی ساری دنیا کی عورتوں پر فضیلت دینے کا اعلان کیا۔ یہود نے سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) پر خدائی کے دعویٰ کا الزام لگایا تھا قرآن کریم کی کثیر التعداد آیات و مقامات پر عیسیٰ (علیہ السلام) کے بیان نقل کر کے ثابت کر دیا کہ وہ اپنی عبدیت اور بشریت کا اعلان کرتے تھے اور ایک اللہ کی بندگی کا اقرار کرتے تھے اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭخَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ 59؀
عیسیٰ کی مثال خدا کے نزدیک آدم کی سی ہے، جسے خدا نے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس سے کہا: ہو جا تو وہ فوراً ہو گیا (اس لیے باپ کے بغیر مسیح کی ولادت ہرگز ان کی الوہیت کی دلیل نہیں بن سکتی)۔

یہ استدلال یہود و نصاریٰ دونوں کے خلاف ایک تیر دو ہدف تھا۔ یہودیوں کے خلاف اس طرح کہ بغیر باپ کے پیدا ہونا کوئی ناممکن امر نہیں۔ خدا کے لیے بے جان چیزوں سے انسان پیدا کرنا اتنا ہی آسان ہے جتنا ایک انسان سے۔ نصاریٰ کے خلاف یوں کہ بغیر باپ کے پیدا ہونے سے خدا کا بیٹا ہونا لازم نہیں آتا، جیسا کہ آدم (علیہ السلام) مٹی سے پیدا ہونے کے باوجود اللہ کا بیٹا نہیں کہلائے۔

فَمَنْ حَاۗجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاۗءَنَا وَاَبْنَاۗءَكُمْ وَنِسَاۗءَنَا وَنِسَاۗءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۣ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَي الْكٰذِبِيْنَ 61؀
آپ کے پاس علم آجانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ (عیسیٰ کے بارے میں) آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہدیں: آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی بیٹیوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنی بیٹیوں کو بلاؤ، ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ، پھر دونوں فریق اللہ سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

یہ آیت مباہلہ کے متعلق ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دعوت اسلام دینے کے لیے کچھ وفد بھیجے۔ ایک وفد نجران بھی گیا۔ وہاں کے عیسائیوں نے دلائل سنے تو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بحث کرنے کا خیال ان کے دل میں پیدا ہوا چنانچہ ان کا ایک وفد جس میں چالیس آدمی تھے تین سرداروں کی ماتحتی میں جو استقف۔ عاقب اور سید کہلاتے تھے۔ ۲۴ ذی الحجہ ۱۰ھ میں وارد مدینہ ہوا۔ حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے پوچھا کس ارادہ سے آئے ہو۔ انہوں نے کہا ہم آپ سے مناظرہ کریں گے چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کئی روز ان کو سمجھاتے رہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم عیسیٰ (علیہ السلام) کو ابن اللہ اس لیے کہتے ہو کہ وہ بے باپ کے پیدا ہوئے تھے لیکن آدم (علیہ السلام) کو کیوں نہیں کہتے جو بے ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ خدا نے جس طرح آدم (علیہ السلام) کو مٹی سے پیدا کیا تھا اسی طرح عیسیٰ (علیہ السلام) کو پیدا کیا تھا۔ مگر وہ نہ مانے اور اپنی ہٹ پر جمے رہے۔ بہر حال یہ طے پایا کہ مباہلہ کیا جائے۔

مباہلہ کی صورت یہ ہوتی تھی کہ ہر فریق یہ کہتا تھا کہ اگر میرا حریف اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے تو یا اللہ تو اس پر عذاب نازل کر۔ جب مباہلہ طے پا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ باوجود علم آجانے کے اگر یہ تم سے جھگڑا کریں تو ان سے کہو ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلائو۔ ہم اپنی لڑکیوں کو بلائیں تم اپنی لڑکیوں کو بلائو۔ ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو بلائو پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر لعنت قرار دیں۔

مباہلہ میں جانے سے پہلے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خانۂ ام سلمہ (رض) میں تشریف لائے اور علی (علیہ السلام) وفاطمہ (علیہ السلام) اور حسن (علیہ السلام) وحسین (علیہ السلام) کو اپنی یمنی چادر کے اندر لے کر فرمایا 'یا اللہ یہ میرے اہل بیت (علیہ السلام) ہیں۔ ام سلمہ (رض) نے اس چادر میں آنے کی خواہش کی تو یہ کہہ کر ان کو روک دیا کہ تم خیر پر ضرور ہو مگر اہل بیت کے مصداق یہی پانچوں بزرگ تھے اور یہی وہ اہل بیت تھے جن کو اللہ نے تمام ظاہری وباطنی عیوب سے پاک رکھا ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مباہلہ کے لیے بیت الشرف سے اس طرح نکلے کہ امام حسن (علیہ السلام) کی انگلی پکڑے ہوئے تھے اور امام حسین (علیہ السلام) کو گود میں لیے ہوئے۔ حضرت فاطمہ (علیہ السلام) ان کے پیچھے تھیں اور حضرت علی (علیہ السلام) ان کے پیچھے۔ جب پادری صاحبان کی نظر ان پر پڑی تو اس نے اپنے گروہ سے کہا تم ان سے ہرگز مباہلہ نہ کرنا ورنہ تباہ ہو جائو گے۔ میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ خدا سے دعا کریں کہ پہاڑ کو جگہ سے ہٹا دے تو وہ ضرور ہٹا دے گا۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی صداقت پر پورا یقین نہ ہوتا تو آتش غضب الٰہی میں جلوانے کے لیے کبھی اس کنبہ کو ساتھ لے کر نہ آتے۔ چنانچہ انہوں نے مباہلہ سے گریز کی اور جزیہ دینا قبول کر لیا۔ ۲۴ ذی الحجہ سن ۱۰ ھ کا ہے۔

اب اس واقعہ کے تحت میں چند باتوں پر غور کرنا ہے:

۱۔ حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب اپنے اہل بیت (علیہ السلام) کو ساتھ لے کر چلے تھے تو فرمایا تھا جب میں بد دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی بد دعا کے رد نہ ہونے کا یقین تھا۔ اسی طرح اپنے اہل بیت (علیہ السلام) کی آمین کے رد نہ ہونے کا بھی یقین تھا۔

۲۔ جب حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ دکھانا تھا کہ یہ شریک کار رسالت ہیں۔ میری رسالت کے معصوم گواہ ہیں۔ ان کی اور میری عظمت میں کوئی فرق نہیں۔ یہ میرے نور کے ٹکڑے ہیں ہم ایک جان اور پانچ قالب ہیں۔

۳۔ میں ہدایت کا پورا بندوبست اپنے ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔ حسن (علیہ السلام) وحسین (علیہ السلام) بچوں کے لیے ہیں۔ فاطمہ زہرا (علیہ السلام) عورتوں کے لیے ہیں اور علی (علیہ السلام) جوانوں کے لیے اور یہ سب کے لیے ہادی ہیں

اس آیت میں اس گمراہی کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کی الوہیت کا اعتقاد باطل پیدا کر لیا حالانکہ تمام بنی نوع انسان کی طرح وہ بھی ایک انسان تھے اور اللہ نے انہیں اپنی رسالت کے لیے چن لیا تھا جیسا کہ دوسرے انبیاء کرام کو رسالت ونبوت کے لیے چن لیا گیا اور نصاریٰ اور اسلام کے درمیان مسئلہ مختلف "الوہیت "عیسیٰ (علیہ السلام) کا ہے یا عیسیٰ (علیہ السلام) کے "ابن اللہ "ہونے اور " تین میں سے تیسرا "ہونے کا ہے۔ اور ان باتوں کا تعلق عیسیٰ (علیہ السلام) کی پیدائش سے متعلق نہیں ہے۔

مثال دیتے ہوئے ان کو اس طرح تفہیم کرایا کہ جس کو تم اللہ کہتے ہو، اللہ کا بیٹا مانتے ہو اور تین میں سے تیسرا قرار دیتے ہو وہ ان اوصاف کا کبھی بھی متحمل نہیں ہو سکتا وہ کیا تھا؟ فرمایا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کی حالت اللہ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی حالت کی طرح ہے کہ اس کو مٹی سے پیدا کیا پھر اسے کہا کہ وہ ہو گیا۔ عیسیٰ (علیہ السلام) میں بھی بشر ہونے کی ساری صفات پائی جاتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ لیے برگزیدہ بندوں میں سے ایک بندہ ہیں۔ وہ پیدا ہوئے، طفولیت میں رہے، کہولت میں آئے اور انجام کار اٹھا لیے گئے اور ان پر یہ سارے ادوار اسی

طرح گزرے جیسے نسل آدم کے لیے مقرر کیے گئے ہیں وہ اس طرح آدم (علیہ السلام) کی ذریت قرار دیے گئے جس طرح باقی انسان آدم (علیہ السلام) کی ذریت قرار دیے گئے ہیں۔ آخر وہ کون سی بات ہے جو دوسرے انسانوں سے ان کو جدا کرتی ہے اور انسانوں کے زمرہ اٹھا کر اللہ۔ اللہ کا بیٹا یا اللہ کا تیسرا حصہ بنا دیتی ہے۔ **غور و فکر کرو اور جواب دو کہ آخر کس بناء پر عیسیٰ (علیہ السلام) کو ذریت آدم سے باہر نکال کر اللہ کی ذریت قرار دے رہے ہو۔**

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ 62؀

بے شک یہ سچے قصے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک اللہ سب پر غالب اور حکمت والا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ١٥٠؀ۙ

جو اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور اللہ اور رسولوں کے درمیان تفریق ڈالنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم بعض پر ایمان لائیں گے اور بعض کا انکار کریں گے اور وہ اس طرح کفر و ایمان کے درمیان ایک راہ نکالنا چاہتے ہیں۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۠ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ 84؀

کہد یجیے: ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور جو ہماری طرف نازل ہوا ہے اس پر بھی نیز ان (باتوں) پر بھی جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئی ہیں اور جو تعلیمات موسیٰ و عیسیٰ اور باقی نبیوں کو اپنے رب کی طرف سے ملی ہیں (ان پر ایمان لائے ہیں)، ہم ان کے درمیان کسی تفریق کے قائل نہیں ہیں اور ہم تو اللہ کے تابع فرمان ہیں۔ امت مسلمہ نسلی اور قومی عصبیت سے پاک ہوتی ہے اور تمام انبیائے برحق پر بلا تفریق ایمان رکھتی ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَھُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ 85؀

اور جو کوئی اسلام کے سوا دوسرا دین اختیار کرے گا تو خدا اسے قبول نہیں کرے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو گا۔

یعنی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مبعوث ہو جانے کے بعد جو شخص آپ کی فرماں برداری اور اطاعت کا راستہ چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرے گا، یا کسی پہلے راستے پر چلتا رہے گا، وہ چاہے کتنا پچھلے انبیاء پر ایمان رکھنے والا ہو، اگر وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان نہیں رکھتا تو اس کی دین داری اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہو گی اور وہ آخرت میں نامراد و ناکام ہو گا۔ جب اللہ کا دین ہی توحید پہ مبنی ہے آدمؑ سے مسیحؑ و محمد ﷺ تک، جس کا امین اسلام ہے تو دوسرے تمام وہ ادیان جو اب توحید پر استوار نہیں ہیں، اللہ کے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتے۔ پس دین اسلام ہی دین فطرت ہے نیز کائناتی حقائق اور فطرت سے ہم آہنگ ہے، لہٰذا توحید سے منحرف ادیان، اللہ کے لیے قابل قبول نہیں ہیں۔ اور فطرت سے انحراف کرنے والا خسارے میں ہوتا ہے۔ اس انحراف کے باعث انسانی سرمایہ حیات سے محروم رہیں گے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ١٥٥؀ۙ

پھر ان **یہودیوں** کے اپنے میثاق کی خلاف ورزی، اللہ کی آیات کا انکار کرنے اور انبیاء کو ناحق قتل کرنے اور ان کے اس قول کے سبب کہ ہمارے دل غلاف میں محفوظ ہیں (اللہ نے انہیں سزا دی، ان کے دل غلاف میں محفوظ نہیں) بلکہ ان یہودیوں کے کفر کے سبب اللہ نے ان پر مہر لگا دی ہے اسی وجہ سے یہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔

وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰي مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ١٥٦؀ۙ

اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ان **یہودیوں (اور انکی پیروی میں نادان مسیحیوں)** نے مریم پر بڑا جھوٹا الزام لگایا۔

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ١٥٧؀ۙ

اور ان کے اس قول کے سبب کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح بن مریم کو **قتل** کیا ہے، جبکہ فی الحقیقت انہوں نے نہ **انہیں قتل** کیا اور نہ سولی چڑھایا بلکہ (دوسرے کو) ان کے لیے شبیہ بنا دیا گیا تھا اور جن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا وہ اس میں شک میں مبتلا ہیں، ظن کی پیروی کے علاوہ انہیں اس بارے میں کوئی علم نہیں اور انہوں نے **یقیناً مسیح کو قتل** نہیں کیا۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِـيْمًا ١٥٨؁

بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھایا اور بے شک اللہ بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے۔

☆انہوں نے یوں کہا کہ بلاشبہ ہم نے مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا جو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کو شبہ میں ڈال دیا گیا، اور بلاشبہ جن لوگون نے ان کے بارے میں اختلاف کیا وہ ضرور ان کے بارے میں شک میں ہیں، اٹکل پر چلنے کے سواء ان کو ان کے بارے میں کوئی علم نہیں اور یقیناً انہوں نے ان کو قتل نہیں کیا۔

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ١٥٩؀ۚ

اور اہل کتاب یہودیت و مسیحیت میں کوئی ایسا نہیں جو ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ (مسیحؑ) ان پر گواہ ہوں گے۔

تمام اہل کتاب حضرت مسیح پر "ان کی موت" سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔ان کی نبوت قبول کر لیں گے اور عیسائی ان کی الوہیت کے عقیدہ چھوڑ دئیں گے یہ اس وقت ہو گا جب حضرت امام مہدی (علیہ السلام) کے ظہور کے موقع پر حضرت عیسیٰ آسمان سے اتریں گے اور ان کے پیروی میں دین اسلام کی پیروی کریں گے جس کے جاری اور نافذ کرنے والے مولا امام مہدی ابن امام حسن عسکری (علیہم السلام و عجل اللہ فرجہ الشریف) ہوں گے۔
علی بن ابراہیم کی تفسیر میں شہر بن حوشب سے منقول ہے:-
قیامت کے دن حضرت مسیح ان پر گواہ ہوں گے یکون علیہم شھیداً حضرت مسیح کی ان کے خلاف گواہی سے مراد یہ ہے کہ وہ گواہی دیں گے کہ میں نے تبلیغ رسالت کی اور انہیں کبھی اپنی الوہیت کی دعوت نہیں دی بلکہ پروردگار کی ربوبیت کی دعوت دی۔وہ کہیں گے کہ میں نے انہیں صحیح اور کافی ووافی تبلیغ رسالت کی ہے جب تک میں ان کے درمیان موجود تھا تو عملاً ان کے انحراف کو روکتا رہا لیکن میرے بعد یہ ہوا کہ وہ میری الوہیت کے قائل ہو گئے اور انہوں نے انحراف کا راستہ اختیار کیا۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰي نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ١٦٣ۚ
(اے رسول) ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور ان کے بعد کے نبیوں کی طرف بھیجی، اور جس طرح ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، اولاد یعقوب، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف (وحی بھیجی) اور داؤد کو ہم نے زبور دی۔

قرآن کریم کا شروع سے آخر تک مطالعہ کر کے دیکھ لو کوئی بات بھی قرآن کریم کے صفحوں میں اس درجہ نمایاں نہیں ہے جس قدر یہ بات ہے کہ اسنے بار بار صاف اور قطعی لفظوں میں اس حقیقت کا اعلان کر یا ہے کہ وہ کسی نئی مذہبی گروہ بندی کی دعوت لے کر نہیں آیا بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ تمام مذہبیگروہ مجنیوں کی جنگ ونزاع سے دنیا کو نجات دلا دے اور سب کو اسی ایک راہ پر جمع کر دے جو سب کی مشترک اور متفقہ راہ ہے۔وہ بار بار کہتا ہے کہ جس راہ کی میں دعوت ہوں وہ کوئی نئی راہ نہیں ہے اور نہ سچائی کی راہ نئی ہو سکتی ہے۔یہ وہی راہ ہے جو اول روز سے موجود ہے اور تمام مذاہب کے داعیوں نے اس کی طرف بلایا ہے چنانچہ ایک جگہ ارشاد: اور دیکھو اس نے تمہارے لئے دین کی وہی راہ ٹھرائی ہے جس کی وصیت نوح (علیہ السلام) کی کی گئی تھی اور جس پر چلنے کا ابراہیم اور موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم تھا اور ان سب کی تعلیم یہی تھی کہ اللہ کا ایک ہی دین ہے اس کو قائم رکھو اور اس راہ میں الگ الگ نہ ہو۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭاِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰي مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ڟ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭاِنْتَھُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭاِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭسُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰي بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ١٧١ۧ

اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو سے کام نہ لو اور اللہ کے بارے میں حق بات کے سوا کچھ نہ کہو، بے شک مسیح عیسیٰ بن مریم تو اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ نے مریم تک پہنچا دیا اور اس کی طرف سے وہ ایک روح ہیں، لہٰذا اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ اور یہ نہ کہو کہ تین ہیں، اس سے باز آجاؤ اس میں تمہاری بہتری ہے، یقیناً اللہ تو بس ایک ہی معبود ہے، اس کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو، آسمانوں اور زمین میں موجود ساری چیزیں اسی کی ہیں اور کارسازی کے لیے اللہ کافی ہے۔

i ۔لَا تَغۡلُوۡا فِیۡ دِیۡنِکُمۡ: اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو۔

ii۔اللہ کے بارے میں صرف حق بات کرو۔

iii۔اور یہ نہ کہو اللہ تین ہیں۔

ا۔ مسیحیوں نے اپنے رسول کو فرزند خدا کا درجہ دے دیا اور حد سے تجاوز کیا۔ اس مشرکانہ عقیدے کو باطل ثابت کرنے کے لیے امر واقع اور حقیقت کا بیان ہو رہا ہے۔ فرمایا: مسیح بن مریم تو بس اللہ کے رسول اور اس کا کلمۃ ہیں۔ حضرت مسیح (ع) کو کلمہ اس لیے کہا گیا کہ انہیں باپ کے بغیر کلمۃ، کُن سے پیدا کیا گیا ہے اور جب بھی اللہ تعالیٰ ظاہری علل و اسباب سے ہٹ کر ایک تخلیقی عمل انجام دیتا ہے تو اس کے لیے کلمۃ کو علت و سبب کے طور پر پیش فرماتا ہے۔ چنانچہ حضرت یحییٰ (ع) کی پیدائش ایک بوڑھے باپ اور ایک بانجھ عورت کے ذریعے ہو رہی تھی، اس لیے انہیں بھی کلمۃ کہا (۳ آل عمران: ۳۹)

اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو کلمہ اللہ کی طرف سے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہو گا۔

لہٰذا کلمۃ وہ فرمان اور کلمۃ کُن ہے جو رحم مریم پر نازل ہوا تاکہ نطفۂ پدری کے بغیر بہ حکم خدا بچے کی تخلیق کے لیے آمادہ ہو جائے۔

بعد میں یونانی فلسفے سے متاثر ہو کر مسیحیوں نے اس کلمۃ کو اللہ سے صادر ہونے والی ذاتی صفت قرار دیا، جس نے بطن مریم میں داخل ہو کر جسم کی صورت اختیار کر لی اور عیسیٰ (ع) کی شکل میں دنیا میں آیا۔ کلام اللہ مخلوق اور حادث ہے۔

وَ رُوۡحٌ مِّنۡہُ: مسیح (ع) اللہ کی طرف سے ایک روح ہیں۔ اس سے مسیحیوں نے یہ مطلب نکالا کہ حضرت مسیح (ع) میں خود اللہ کی روح نے حلول کیا۔ اس طرح انہوں نے روح من اللّٰہ کو روح اللہ سے تعبیر کیا اور اسے خود اللہ کی ذات اور اس کی روح قرار دیا۔ جب کہ یہ ایک عام فہم سی بات ہے کہ جس چیز کو اللہ شرف دینا چاہتا ہے، اسے اپنی طرف منسوب فرماتا ہے۔ نیز فرمایا:

وَ مَا بِکُمۡ مِّنۡ نِّعۡمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ (۱۶ نحل: ۵۳) اور تمہیں جو بھی نعمت حاصل ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔

حضرت آدم (ع) کے لیے تو اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ روح خدا کہا گیا:

فَاِذَا سَوَّیۡتُہٗ وَ نَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَہٗ سٰجِدِیۡنَ ﴿۷۲﴾ (۳۸ص: ۷۲)

پس جب میں اسے درست بنا لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔

وَ لَا تَقُوۡلُوۡا ثَلٰثَۃٌ: "اور یہ نہ کہو کہ تین ہیں۔" مسیحی ایک طرف مانتے اور کہتے ہیں: خدا ایک ہے، دوسری طرف وہ مسیح (ع) اور روح القدس کو بھی خدا مانتے ہیں۔ اس طرح وہ تین خداؤں کے قائل ہو گئے۔ ایک باپ خود خدا، دوسرا کلمۂ خدا جو مسیح کی شکل کی اختیار کر گیا اور تیسرا روح۔

اس طرح وہ توحید کے ساتھ تثلیث اور تثلیث کے ساتھ توحید کو عقیدہ بنا کر لاینحل تضادات میں مبتلا ہو گئے کہ خدا تین بھی مانے جائیں اور ایک بھی اور اس کی تشریح میں ان میں اختلافات اور فرقہ بندیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔

باقی ادیان سماویہ کی طرح دین مسیحی بھی در حقیقت نظریہ توحید پر مبنی تھا۔ چنانچہ تمام اناجیل میں اس پر بے شمار شواہد موجود ہیں۔ بعد میں یونان کے فلسفے سے متاثر ہو کر تثلیث اور توحید میں باہم توافق پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ کیونکہ یونانی اپنے خدا کو اقانیم ثلاثہ کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اللہ، کلمہ اور روح۔ چنانچہ ناروے، ڈنمارک وغیرہ میں یہ عقیدہ عام تھا کہ یہ اقانیم ثلاثہ خدائے واحد سے عبارت ہیں۔ جب یورپ میں دین مسیحی کا تعارف ہوا تو انہوں نے حضرت مسیحؑ کو ان اقانیم میں شامل کر لیا۔ اس طرح انہوں نے مسیحیت کو اپنی بت پرستی کا لبادہ پہنایا اور اس دین کو مسخ کر دیا۔

تثلیث در توحید کا نظریہ ہموار کرنے کی کوشش کی گئی کہ اللہ جوہر ہونے کے اعتبار سے ایک ہے لیکن اقانیم ہونے کے اعتبار سے تین ہے۔ وہ وجود، حیات اور علم کو اقانیم کہتے ہیں۔ اس کا واحد اقنوم ہے جو "شخص" اور "اصل" کو کہتے ہیں۔ چنانچہ وہ وجود کو باپ، علم کو بیٹا اور حیات کو روح القدس کہتے ہیں۔ یہاں تک تمام مسیحی مذاہب میں کوئی اختلاف نہیں لیکن آگے چل کر وہ اس بات میں اختلاف کرتے ہیں کہ خود جوہر اور اقانیم میں تعلق کی کیا نوعیت ہے۔ ایک مذہب کا یہ نظریہ بن گیا کہ اقنوم ثانی یعنی علم حضرت مسیحؑ کے جسم میں حلول کر گیا اور مسیحؑ سمیت تینوں اقانیم قدیم ہیں۔ ان میں سے ہر ایک خدا ہے۔ دوسرے مذہب نے یہ نظریہ قائم کیا کہ حضرت مسیحؑ بحیثیت لاہوتی خدا کا بیٹا اور خدائے کامل ہے اور ناسوتی حیثیت سے انسان ہے، اس لیے وہ قدیم بھی ہے اور حادث بھی۔ اس طرح ان میں فرقہ بندیوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا، جس کی بنیاد پر ایک دوسرے کی تکفیر کی گئی اور بہت سے انسانوں کا خون بہایا گیا۔

ایک امریکی مصنف مسٹر ہاکس کہتا ہے:

لیکن مسئلہ تثلیث عہد عتیق اور عہد جدید میں مخفی اور غیر واضح ہے جیسا کہ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ مسئلہ تثلیث تقریباً تیسری صدی کے بعد عیسائیوں میں پیدا ہوا۔ یہ ایک بدعت ہے جو ایک طرف سے غلو کی بنا پر اور دوسری طرف سے عیسائیوں کے دیگر اقوام سے میل جول کی بنا پر حقیقی مسیحیت میں داخل ہو گئی۔

بعض نے یہ احتمال ظاہر کیا ہے کہ عیسائیوں کی تثلیث اصولی طور پر ہندوؤں کی سہ گانہ پرستی جسے "ثالوث ہندی" کہتے ہیں، سے لی گئی ہے۔ تثلیث خصوصاً تثلیث در وحدت (یعنی۔ ایک ہوتے ہونے تین) ایک ایسا مطلب ہے جو بالکل بداہت عقلی کے خلاف ہے اور ہم جانتے ہیں کہ دین کبھی عقل و علم سے جدا نہیں ہو سکتا۔ حقیقی مذہب سے ہمیشہ ہم آہنگ ہوتا ہے اور یہ دونوں ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں یہ بات کہ مذہب کو عبد ہونے کے ناتے قبول کر لیا جائے بہت ہی غلط ہے کیونکہ اگر کسی مذہب کے اصول قبول کرنے میں عقل کو ایک طرف رکھ دیا جائے اور عبد ہونے کے حوالے سے ہی اسے قبول کر لیا جائے تو پھر اس مذہب اور دیگر مذاہب میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا۔ اگر یہ اعتقاد رکھیں کہ ذات خدا تین اقنوم یا تین ذاتوں سے مرکب ہے تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ تینوں محدود ہوں نہ کہ غیر محدود اور لامتناہی۔ علاوہ ازیں ہر مرکب اپنے اجزاء کا محتاج ہے اور اس کا وجود ان کے وجود کا معلول ہے ذات خدا میں بھی ترکیب ماننے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ محتاج اور معلول ہو حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ بے نیاز ہے اور عالم ہستی کی پہلی علت ہے۔ بہت سے بت پرست ادیان اور ہندوؤں کے تین خدا برہماء فیشنو اور سیفا تھے اور ہیں۔

ان سب باتوں سے قطع نظر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ذات خدا انسانی روپ میں ظاہر ہو اور اسے جسم، مکان، غذا اور لباس وغیرہ کی احتیاج پیدا ہو جائے۔ خدائے ازلی و ابدی کو ایک انسان کے جسم میں محدود کرنا اور اسے مادر رحم میں جنین کی حالت میں سمجھنا بدترین تہمتوں میں سے ہیں جو ذات مقدس الٰہی سے وابستہ کی جائیں۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰۗىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۭوَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۱۷۲

مسیح کو ہرگز اس بات سے عار نہیں کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ مقرب فرشتوں کو اس سے عار ہے اور جو کوئی اس کی بندگی کو عار سمجھے گا اور تکبر کرے گا تو وہ وقت دور نہیں جب اللہ سب کو اپنے حضور جمع کریگا۔

اس آیت میں نصاریٰ اور مشرکین دونوں کے غلط عقیدے کی تردید ہے، کیونکہ نصرانی مسیح (علیہ السلام) کو اللہ کا بیٹا اور مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ خدا کی بندگی کو تو مسیح نے نہ عار سمجھا، نہ سمجھیں گے، نہ روح القدس اور دوسرے مقرب فرشتے اللہ کی مخلوق و بندے ہونے کو عار سمجھیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ دونوں اللہ کی بندگی کا اقرار کرتے ہیں اور اس کا بندہ ہونے پر کچھ بھی عار اور شرم محسوس نہیں کرتے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭوَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭوَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ 17

بتحقیق وہ لوگ کافر ہو گئے جو کہتے ہیں: عیسیٰ بن مریم ہی خدا ہے، ان سے کہہ دیجیے اللہ اگر مسیح بن مریم، ان کی ماں اور تمام اہل زمین کو ہلاک کر دینا چاہے تو اس کے آگے کس کا بس چل سکتا ہے؟ اور اللہ تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا مالک ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ ۭ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۭيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭوَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ 18

یہود و نصاریٰ کہتے تھے کہ ہم خدا کے بیٹے ہیں اور اس کے (خاص) دوست ہیں (ان سے) کہہ دو کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے بلکہ تم اس کی مخلوقات میں سے انسان ہو وہ جسے چاہتا ہے (اور اہل پاتا ہے) اسے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے (اور مستحق سمجھتا ہے) اسے سزا دیتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی حکومت اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب اس کے لئے ہے اور تمام موجودات کی بازگشت اسی کی طرف ہے

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ 46

اور ہم نے ان ہی انبیاء کے نقش قدم پر عیسیٰ (علیہ السلام) بن مریم کو چلا دیا جو اپنے سامنے کی توریت کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے انہیں انجیل دے دی جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ اپنے سامنے کی توریت کی تصدیق کرنے والی اور ہدایت تھی اور صاحبان تقویٰ کے لئے سامان نصیحت تھی۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭوَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭوَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ 72؀

وہ لوگ یقیناً کافر ہوگئے جو کہتے ہیں: مسیح بن مریم ہی خدا ہیں جبکہ خود مسیح کہا کرتے تھے: اے بنی اسرائیل! تم اللہ ہی کی پرستش کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے بیشک جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا بتحقیق اللہ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘوَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭوَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ 73؀

بتحقیق وہ لوگ کافر ہوگئے جو کہتے ہیں: بیشک اللہ تین میں کا تیسرا ہے، جبکہ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اگر یہ لوگ اپنی ان باتوں سے باز نہیں آتے تو ان میں سے کفر کرنے والوں پر دردناک عذاب ضرور واقع ہوگا۔

اس پر غور کیجئے:

۱۔ اگر یہ تین ہر بات میں اتفاق رائے رکھتے ہیں تو ان تین کی ضرورت کیا۔ جب سب کی رائے ایک ہی ہے تو یہ سب کام ایک ہی ذات انجام دے سکتی ہے اور اگر ان کی رائے میں اختلاف ہے ایک کچھ کہتا ہے دوسرا کچھ تو اس صورت میں نظام عالم برقرار کیسے رہ سکتا ہے۔ اس میں فساد کیوں نہیں پیدا ہوتا جبکہ ہر ایک اپنی مرضی کے مطابق چاہتا ہے۔

۲۔ اگر ایک کو دوسرے کی احتیاج ہے تو محتاج الی الغیر مدبر عالم اور قادر مطلق نہیں ہو سکتا۔

۳۔ اگر مسیح (علیہ السلام) خدا کے جزو ہیں تو جب تک وہ پیدا نہ ہوئے تھے وجود خدا ناقص تھا اور جب نہ رہیں گے تو پھر ناقص ہو جائے گا۔

۴۔ جب بطن مریم (علیہ السلام) سے مسیح (علیہ السلام) پیدا ہوئے تو وہ حادث ہوئے یعنی پہلے نہ تھے، پھر ہوئے اور خدا حادث نہیں بلکہ واجب الوجود ہے۔ اس کے لیے تو کوئی وقت و زمانہ نہیں کسی نے اس کو پیدا نہیں کیا۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ پس حادث و قدیم ایک ذات کیسے ہوگئے۔

۵۔ ذات واجب الوجود خدائے واحد میں ایسی کیا کمی تھی جس کو پورا کرنے کے لیے اس نے روح القدس اور مسیح کو اپنا شریک کار بنایا۔ اور مسیح نے اس کے ساتھ رہ کر کائنات کی کارسازی میں کیا خدمت انجام دی۔

۶۔ کیا ایسی کمزور ذات بھی خدا کہلائی جا سکتی ہے جس کو لوگ پکڑ کر بعقیدہ نصاریٰ سولی پر چڑھا دیں اور وہ گھبرا کر خدا سے فریاد کرے۔ ایلی ایلی لما سبقتنی (اے میرے ایلی! تو نے مجھے ان دشمنوں میں کیوں چھوڑ دیا)۔

۷۔ مذکورہ بالا آیت میں مسیحؑ (علیہ السلام) اور مریم (علیہ السلام) کے حدوث کا اللہ تعالیٰ نے یہ ثبوت بیان فرمایا ہے کہ وہ دونوں تو عام آدمیوں کی طرح کھاتے پیتے تھے یعنی محتاج غذا تھے اپنی ذات کی بقا کے لیے۔ بے شمار موقعوں پر خدا کے محتاج تھے پھر وہ خدا کیسے ہوگئے۔

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ 75؎

مسیح بن مریم تو صرف اللہ کے رسول ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور ان کی والدہ صدیقہ (راست باز خاتون) تھیں دونوں کھانا کھایا کرتے تھے، دیکھو ہم کس طرح ان کے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتے ہیں پھر دیکھو یہ لوگ کدھر الٹے جا رہے ہیں۔

جو ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا، جس کا شجرہ نسب تک موجود ہے، جو انسانی جسم رکھتا تھا، جو ان تمام حدود سے محدود اور ان تمام قیود سے مقید اور ان تمام صفات سے متصف تھا جو انسان کے لیے مخصوص ہیں، جو سوتا تھا، کھاتا تھا، گرمی اور سردی محسوس کرتا تھا، حتٰی کہ جسے شیطان کے ذریعہ سے آزمائش میں بھی ڈالا گیا، اس کے متعلق کون معقول انسان یہ تصور کر سکتا ہے کہ وہ خود خدا ہے یا خدائی میں خدا کا شریک و سہیم ہے۔ لیکن یہ انسانی ذہن کی ضلالت پذیری کا ایک عجیب کرشمہ ہے کہ عیسائی خود اپنی مذہبی کتابوں میں مسیح کی زندگی کو صریحاً ایک انسانی زندگی پاتے ہیں اور پھر بھی اسے خدائی سے متصف قرار دینے پر اصرار کیے چلے جاتے ہیں۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَاۗءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ 77؎

اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق مبالغہ نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے ہی گمراہی میں مبتلا ہیں اور دوسرے بہت سے لوگوں کو بھی گمراہی میں ڈال چکے ہیں اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے ہیں۔

غلو کا کرشمہ ہے کہ نصاریٰ نے حضرت مسیح کو رسول سے خدا بنا ڈالا۔ پھر ان کی ماں اور روح القدس کو بھی خدائی میں شریک کر دیا۔ رہبانیت کا نظام جو انہوں کے کھڑا کیا، اس کے متعلق بھی قرآن نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ ان کے غلو ہی کا کرشمہ ہے۔ تم مبالغہ کرو۔ تم زیادتی کرو۔ غلو سے مضارع *۔ اھوائ: خواہشیں۔ خیالات۔ واحد ھوی *۔ سوآئ: برابر۔ اسم مصدر۔ اس سے تثنیہ اور جمع نہیں بنتا * السبیل: راہ۔ راستہ۔ اے اہل کتاب! تم دین کے معاملے میں مبالغہ سے کام نہ لو اور اعتدال کی حد سے ہٹ کر افراط و تفریط میں نہ پڑو۔ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں افراط سے کام لیا اور ان کو خدا کا درجہ دے دیا۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ 78؎

بنی اسرائیل میں سے کفر اختیار کرنے والوں پر جناب داؤد (علیہ السلام) اور جناب عیسیٰ (علیہ السلام) کی زبان سے لعنت کی جاچکی ہے کہ ان لوگوں نے نافرمانی کی اور ہمیشہ حد سے تجاوز کیا کرتے تھے

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰي وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـــَٔــةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ

وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۱۱۰

اور جب اللہ نے کہا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے لوگوں سے یہ کہہ دیا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کو مجھے اور میری ماں کو خدا مان لو۔۔۔ تو عیسیٰ نے عرض کی کہ تیری ذات بے نیاز ہے میں ایسی بات کیسے کہوں گا جس کا مجھے کوئی حق نہیں ہے اور اگر میں نے کہا تھا تو تجھے تو معلوم ہی ہے کہ تو میرے دل کا حال جانتا ہے اور میں تیرے اسرار نہیں جانتا ہوں۔ تو، تو غیب کا جاننے والا بھی ہے۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَاۗىِٕدَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ ۭ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۱۱۲

اور جب حوارییں نے کہا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا تمہارے رب میں یہ طاقت بھی ہے کہ ہمارے اوپر آسمان سے دستر خوان نازل کر دے تو انہوں نے جواب دیا کہ تم اگر مومن ہو تو اللہ سے ڈرو

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَاۗىِٕدَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۱۱٤

تب عیسیٰ بن مریم نے دعا کی: اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہمارے لیے آسمان سے کھانے کا ایک خوان نازل فرما کہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے وہ دن عید اور تیری طرف سے نشانی ہو اور ہمیں رزق دے کہ تو بہترین رزق دینے والا ہے۔

یہ دعائیہ کلمات اس بات کا ثبوت ہیں کہ عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کو باپ نہیں کہتے تھے بلکہ اپنا اور سب کا رب کہتے تھے۔ حواریوں کے لئے آسمان سے رزق اترنے کا یہ واقعہ اس امت کے تمام لوگوں کے لئے خوشی کی یادگار قرار پائے۔ اگلوں سے مراد عیسیٰ (علیہ السلام) کی امت کے وہ لوگ ہیں جو ان کے زمانہ میں موجود تھے اور پچھلوں سے مراد بعد کے لوگ ہیں۔ عید سے مراد تہوار نہیں بلکہ خوشی و مسرت کا وہ واقعہ ہے جو آنے والی نسلوں کے لئے یادگار قرار پائے۔ بائبل میں گو یہ واقعہ صراحت کے ساتھ موجود نہیں ہے لیکن عیسیٰ (علیہ السلام) کے آخری کھانے (Last Supper) کا جو ذکر ہوا ہے وہ ایک اہم واقعہ کی حیثیت رکھتا ہے اور عیسائیوں میں اسے کافی شہرت حاصل ہے۔ عجب نہیں کہ یہ واقعہ نزولِ مائدہ ہی کا ہو ا۔ یہ دستر خوان آسمان سے نازل ہوا تھا۔

قَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّىْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۱۱۵

اللہ نے فرمایا ہیں تم پر رزق نازل کرنے والا ہوں لیکن (یاد رکھو) اس کے بعد تم میں سے جو ئی کفران نعمت کرے گا تو پھر میں اس کو ایسی سزا دوں گا جو تمام عالموں میں کسی کو نہ دی ہو گی۔

بنی اسرائیل پر خوان نعمت اترا، اللہ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بے شک میں تم لوگوں پر اس خوان کو اتارنے والا ہوں مگر یاد رکھو کہ جو اس کے بعد اس کا کفر کرے گا تو اس کو میں ایسے سزا دوں گا جو دنیا جہاں میں کسی کو نہ دی ہو گی۔ سو اس نعمت کی ناشکری کرنے والوں کو سخت سزا ملے گی کہ جب یہ نعمت غیر معمولی اور بے مثال ہے تو اس کی ناقدری و ناشکری اور کفران کی سزا بھی بہت سخت ہو گے ۔ ان لوگوں نے اس سے

کھایا بھی اور پھر اس کے شکر و کفر کے اعتبار سے وہ لوگ بھی دو قسم پر ہو گئے۔ حضرت عمار بن یاسر (رض) سے روایت ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ ان پر یہ خوان روٹی اور گوشت کی صورت میں نازل فرمایا گیا تھا۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰـهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ڲ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ١١٦

اور (وہ وقت یاد کرو) جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ بن مریم کیا آپ نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو خدا بناؤ؟ عیسیٰ نے عرض کی: تو پاک ہے میں ایسی بات کیسے کہہ سکتا ہوں جس کا مجھے کوئی حق ہی نہیں؟ اگر میں نے ایسا کچھ کہا ہوتا تو تجھے علم ہوتا کیونکہ تو میرے دل کی بات جانتا ہے لیکن میں تیرے اسرار نہیں جانتا، یقیناً تو ہی غیب کی باتیں خوب جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نصاری کے الزام دینے اور قائل کرنے کو یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ جب تک حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) دنیا میں رہے نصاری کو توحید سکھاتے رہے اور نگرانی کرتے رہے کہ سوا توحید کے اور کوئی بدعت اور نئی بات ان کی امت میں پیدا نہ ہو ان کے آسمان پر چلے جان کے بعد تثلث اور شرک کی باتیں جو نصاریٰ نے اپنے دین میں پھیلالیں اور ان باتوں کو اللہ کا حکم اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی تعلیم خیال کرتے ہیں اور باوجو دیکہ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان کو دنیا میں اس قسم کی خرابیاں رفع کرنے کی غرض سے بھیجا اور نبی آخر الزمان نے نصاریٰ کے علماء اور بڑے بڑے پادریوں سے بحث کی اور ان کو قائل کیا اور باوجو دیکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی وصیت تھی کہ ان کی امت کے سب لوگ نبی آخر الزمان کی پوری اطاعت کریں لیکن نصاریٰ نے نہ ان کفر کی باتوں کو چھوڑا جو حضرت عیسیٰ کے بعد انہوں نے دین عیسوی میں ایجاد کرلی تھیں اور نہ نبی آخر الزمان کی اطاعت قبول کی اس لئے نصاریٰ کی اس غلطی کو تمام خلقت الٰہی پر ظاہر ہو جانے کی غرض سے تمام خلقت کے مجمع میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ سب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے پوچھے گا۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ١١٧

میں نے تو ان سے صرف وہی کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اس اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے، جب تک میں ان کے درمیان رہا میں ان پر گواہ رہا اور جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو خود ہی ان پر نگران ہے اور تو ہی ہر چیز پر گواہ ہے۔

میں نے ان کو یعنی بنی اسرائیل کو وہی کچھ کہا جو کچھ کہنے کا تو نے مجھے حکم دیا، آپ نے بارگاہ خداوندی میں ادب وتعظیم کی اور عرض کرتے ہیں میرے خدا! میں نے تو انہیں وہی کچھ کہا جس کے کہنے کا تو نے مجھے حکم فرمایا۔ میں نے تو انہیں صاف صاف اور بار بار کہا تھا کہ تم صرف رب العزت کی عبادت کرو جو میرا بھی مالک و پروردگار ہے اور تمہارا بھی۔ تو احکم الحاکمین ہے اب تو ہی بتا کہ تو نے مجھے یہی کچھ کہنے کا حکم نہیں دیا تھا؟ موجودہ انجیلیں بھی باوجود اپنے تثلیثی شرک کے جو انکے شارحین نے ان میں بھر دیا اس توحید تعلیم کو مٹا نہ سکیں۔ لکھا ہے کہ "یسوع نے اس سے جواب میں کہا، لکھا ہے کہ تو اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔" (لوقا ۴ : ۸) اور قرآن کریم میں بھی آپ کا یہ کلام آپ کی

کمال عبدیت اور انتہائی عبدیت پر دلالت کر رہاہے اور آپ نے کتنی وضاحت سے یہ ارشاد فرمادیا کہ خدایا! یہ پیام توحید بھی میری اپنی طرف سے نہ تھا تیرے ہی ارشاد کی تعمیل یہ ہی تھی کیونکہ تیرے بغیر بتائے میں جانتا ہی کب تھا؟

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۱۱۸
اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو ہی غالب آنے والا، حکمت والا ہے۔

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰي وَاِلْيَاسَ ۭكُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ 85
اور زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کی بھی، (یہ) سب صالحین میں سے تھے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَـبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۱۵۷
(رحمت ان مومنین کے شامل حال ہوگی) جو لوگ اس رسول محمد ﷺ کی پیروی کرتے ہیں جو نبی امی کہلاتے ہیں جن کا ذکر وہ اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور پاکیزہ چیزیں ان کے لیے حلال اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں اور ان پر لدے ہوئے بوجھ اور (گلے کے) طوق اتارتے ہیں، پس جو ان پر ایمان لاتے ہیں ان کی حمایت اور ان کی مدد اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُۨ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِــــُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ 30
اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں ان لوگوں کی باتوں کے مشابہ ہیں جو ان سے پہلے کافر ہو چکے ہیں، اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کدھر بہکتے پھرتے ہیں؟

عزیر وہی ہیں جن کو تورات کی زبان میں عزراء کہا گیا ہے جو یہود میں ایک بہت بڑے نبی گزرے ہیں ان کی عظمت علمائے طالمود نے بڑی وضاحت سے بیان کی ہے اور ان کو موسیٰ (علیہ السلام) کے پایہ کا نبی قرار دیا ہے اور یہاں تک کہا ہے کہ اگر موسیٰ (علیہ السلام) پر رسالت نہ آئی ہوتی تو عزیر (علیہ السلام) یقیناً رسول ہوتے۔ یہود کے عزیر (علیہ السلام) کو ابن اللہ ماننے کا ذکر ضرور کیا ہے لیکن یہود نے اس کی سند نہیں مانگی کہ تم عزیر کو کس طرح اللہ کا بیٹا مانتے اور تسلیم کرتے ہو لیکن اس کے برعکس نصاریٰ نے بھی عیسیٰ (علیہ السلام) کو ابن اللہ قرار دیا لیکن عیسائیوں سے اس کی دلیل ضرور طلب کی کہ تم عیسیٰ (علیہ السلام) کو اللہ کا بیٹا کیسے قرار دیتے ہو جب کہ وہ مریم کے بطن اطہر سے پیدا ہوا؟ عزیر سے مقصود عزراء ہیں۔ بخت نصر کے حملہ بیت المقدس میں تورات کے تمام نسخے جل گئے تھے اس لئے جب یہودی قید بابل سے چھوڑ کر واپس آئے تو ان کے پاس تورات کا کوئی نسخہ موجود نہ تھا اور ان کی نئی نسل بھی عبرانی زبانی سے ناآشنا ہو چکی تھی یہ حالت دیکھ کر عزراء نے کلدانی

حروف میں اور ایسی عبرانی میں کہ کلدانی زبان سے مخلوط تھی از سر نو تورات کے صحائف لکھے اور یہی نسخہ اصل نسخہ کا بدل سمجھا گیا چونکہ عزراء نے از سر نو شریعت مرتب کی تھی اور قید بابل کے بعد نئع دور کا دوسرا بانی اس کو کہا گیا چنانچہ آج تک یہودیوں کا عام اعتقاد یہ ہے کہ اگر اس عہد میں لوگوں سے قصور نہ ہوا ہوتا تو قزراء بھی وہ سارے معجزات دکھادیتے جو موسیٰ (علیہ السلام) نے دکھائے تھے۔ (جیوش انسائیکلوپیڈیا اسم عزراء۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا مقالہ درجات عزراء)۔ بے سند محض زبان کیبات ہے یعنی ان مہمل عقائد پر نہ ان کے پاس عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی، یہ تو محض ان جاہلی مشرک قوموں کی تقلید ہے جو باری تعالیٰ کی تجسیم کی قائل تھیں اور عقیدہ حلول اور اوتار کے ماننے والی تھیں

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا 16ۙ
اور (اس) کتاب میں مریم کا ذکر کیجیے جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر ایک شرقی مکان میں گئیں

جیسا کہ سورۃ آل عمران آیت ۳۵ میں بیان ہوا حضرت مریم کو ان کی والدہ نے عبادت کے لیے وقف کر دیا تھا اس لیے وہ بیت المقدس میں ہیکل کے ایک مشرقی حصہ میں ایک حجرہ میں عزلت نشین ہو کر عبادت میں مشغول ہو گئیں۔

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۣ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا 17؀
پھر انہوں نے ان سے پردہ اختیار کیا تھا پس ہم نے ان کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا، پس وہ ان کے سامنے مکمل انسان کی شکل میں ظاہر ہوا۔

لوگوں کے اور اپنے درمیان پردہ حائل کر لینا اس بات کا قرینہ ہے کہ وہ اعتکاف میں بیٹھ گئیں۔ اس دوران میں اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس اپنا فرشتہ بھیجا جو ایک تندرست و توانا آدمی کی شکل میں ان کے سامنے نمودار ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت مریم کا متحان لینا منظور تھا کہ فرشتہ بشری روپ میں نمدار ہوا اور نہ حضرات انبیاء کے لیے بھی فرشتوں کے ظہور کی عام شکل یہ نہیں رہی ہے۔

قَالَتْ اِنِّىْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا 18؀
انہوں نے کہا کہ اگر تو خوف خدا رکھتا ہے تو میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ڰ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا 19؀
فرشتہ نے کہا میں آپکے رب کا پیغامبر ہوں تا کہ آپکو اللہ کی طرف سے ایک ایسا لڑکا جو جسم و روح، فطرت اور اخلاق و عادات کے لحاظ سے پاک و پاکیزہ ہو عطا کروں۔

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا 20؀
انہوں نے کہا کہ میرے یہاں فرزند کس طرح ہوگا جب کہ مجھے کسی بشر نے چھوا بھی نہیں ہے اور میں کوئی بدکردار نہیں ہوں

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا 21؀

اس نے کہا کہ اسی طرح آپ کے پروردگار کا ارشاد ہے کہ میرے لئے یہ کام آسان ہے اور اس لئے کہ میں اسے لوگوں کے لئے نشانی بنادوں اور اپنی طرف سے رحمت قرار دیدوں اور یہ بات طے شدہ ہے

☆جو اللہ قادر ہے کہ بغیر شوہر سیدہ مریمؑ کوماں بنائے اور بغیر باپ حضرت مسیحؑ کو ولادت عطا کرے وہی قادر ہے کہ اسکو صلیب سے بچا کر عالمِ ملکوت میں بلند کرلے

فَحَمَلَتۡهُ فَانۡتَبَذَتۡ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا 22ؕ

پھر وہ حاملہ ہوگئیں اور (قربِ خدا میں) دور ایک جگہ چلی گئیں۔

☆دور جگہ: ہمارے حضور محمدؐ سے شب معراج جبرائیل نے عرض کیا کہ اس جگہ دورکعت نماز پڑھ لیں یہ حضرت عیسیٰ کی جائے پیدائش ہے (نسائی، بیہقی)

فَاَجَآءَهَا الۡمَخَاضُ اِلٰى جِذۡعِ النَّخۡلَةِ‌ ۚ قَالَتۡ يٰلَيۡتَنِىۡ مِتُّ قَبۡلَ هٰذَا وَكُنۡتُ نَسۡيًا مَّنۡسِيًّا 23ؕ

پھر وضع حمل کا وقت انھیں ایک کھجور کی شاخ کے قریب لے آیا تو انہوں نے کہا کہ اے کاش میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی اور بالکل فراموش کر دینے کے قابل ہوگئی ہوتی۔

☆یہاں ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو علم تھا کہ یہ بچہ اللہ کی طرف سے معجزانہ طور پر پیدا ہو رہا ہے تو گھبرانا نہیں چاہیے تھا بلکہ اللہ پر بھروسہ کر کے اطمینان سے پیش آنا چاہیے۔ اس کا جواب حضرت جعفر صادق (علیہ السلام) سے مروی حدیث ہے جس میں آپؑ نے اس پریشانی کی وجہ بیان فرمائی:

لانھالم ترفی قومھا رشیداًذافراسۃ ینزھھا عن السوٓء۔(بحار ۱۴ : ۲۲۱)

ان کی قوم میں کوئی فہم و فراست کا مالک شخص نظر نہیں آتا ہے جو مریم کی عظمت و اس معجزے کی معرفت پا سکے اور آپؑ کو لوگوں کی بدگمانی اور بدگوی سے بچالے۔ (فَاَجَآءَہَا الۡمَخَاضُ اِلٰی جِذۡعِ النَّخۡلَۃِ) ولادت کے وقت جب درد زہ کی شدت بڑھی تو حضرت مریم نے سہارے کے لیے ایک کھجور کے خشک تنے کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ یہ درد کی شدت کو برداشت کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ اگر عورت وضع حمل کے وقت کسی چیز کو مضبوطی سے تھام لے تو اس میں درد کو برداشت کرنے کی ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔

فَنَادٰٮهَا مِنۡ تَحۡتِهَاۤ اَلَّا تَحۡزَنِىۡ قَدۡ جَعَلَ رَبُّكِ تَحۡتَكِ سَرِيًّا 24ؕ

انکے پاوں کے نیچے کی طرف سے پکار کر کہا گیا کہ غمگین نہ ہوں آپکے پروردگار نے آپکے پائوں کے نیچے (خوشگوار) پانی کا چشمہ جاری کردیا ہے۔

☆یعنی اللہ آپکا نگران و محافظ ہے

وَهُزِّىۡۤ اِلَيۡكِ بِجِذۡعِ النَّخۡلَةِ تُسٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبًا جَنِيًّا 25ؗ

اور کھجور کے تنے کو ہلائیں کہ آپ پر تازہ کھجوریں گریں گی۔

☆کھجور کے تنے کو ذرا سا ہلانا (جبکہ عام مضبوط مرد کے ہلانے سے بھی نہ ہلے) تازہ کھجوریں ٹپکائے۔ یہ ایمان و حقیقتِ مریمؑ ہے کہ آپ عام عورتوں جیسی نہیں تھیں، اس طرح حضرت مریم کے لیے ایک ایسی جگہ جہاں اس کی مدد کے لیے کوئی نہیں تھا کھانے پینے کا غیر معمولی انتظام کیا گیا۔ ایک طرف مریم کا توکل تھا اور دوسری طرف اللہ کی قدرت۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ منگنی یا یوسف نجار والا قصہ اختراع ہے آپؑ کی معرفت نہ ہونے کی وجہ سے۔ نیز یہ بات ہم جانتے ہیں کہ ایسی حالت میں عورتوں کو قوت بخش اور وٹامن سے بھرپور غذائوں کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ علم طب کی ترقی کے ساتھ ساتھ دوا کی حیثیت سے کھجور کی اہمیت بھی ثابت ہو گی ہے۔ کھجور میں کیلشیم موجود ہے کہ جو ہڈیوں کی مضبوطی کا عامل ہے نیز اس میں فاسفورس بھی پایا جاتا ہے کہ جو تشکیل دینے والے اصلی عناصر میں سے ہے اور اعصاب کے ضعف اور خستگی کو دور کرنے والا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں پوٹاشیم بھی موجود ہے جس کی بدن میں کمی کو زخم معدہ کا حقیقی سبب سمجھا جاتا ہے۔ (اولین دانش گاہ و آخرین پیغمبر، جلد ۷، ص ۶۵)

فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا 26ۚ

اس (الہیٰ غذا) میں سے کھاو اور اس (الہیٰ پانی) میں سے پیو اور اپنی آنکھوں کو (اس نئے مولود سے) روشن رکھ، اور جب تو انسانوں میں سے کسی کو دیکھے تو اشارے سے کہہ دے کہ میں نے خدائے رحمن کے لیے روزہ رکھا ہوا ہے اور میں آج کسی کے ساتھ بات نہیں کروں گی۔

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَـيْـــًٔـا فَرِيًّا 27

پھر آپؑ مسیحؑ کو اٹھا کر اپنی قوم کے پاس لے آئیں، لوگوں نے کہا: اے مریمؑ! آپ نے بہت غضب کی حرکت کی۔

يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا 28ڻ

بعض نے ان کی طرف رخ کیا اور کہا: "اے ہارون کی بہن تیرا باپ تو کوئی برا آدمی نہیں تھا اور تیری ماں بھی بدکار نہیں تھی"۔

☆اس سے مراد حضرت مریم علیہا السلام کے وہ بھائی تھے جن کا نام ہارون تھا اور جو بڑے عابد و زاہد اور نیک و صالح شخص تھے اور جن کا زہد و تقویٰ ضرب المثل تھا۔ اور بنی اسرائیل میں اپنے نبیوں کے ناموں پر نام رکھنے کا رواج موجود تھا۔ اور اگر یہاں ہارون (علیہ السلام) سے مراد وہی ہارون لئے جائیں اس صورت میں حضرت مریم علیہا السلام کو ان کی بہن کہنا عربوں کے اس معروف رواج کے مطابق ہے کہ وہ نسبت کے لئے اس طرح کی اضافتوں کا استعمال کیا کرتے تھے۔ اور آج بھی کرتے ہیں۔ مثلاً "ہمدانی" کو "اخا ھمدان" اور اسی طرح "اخا العرب" اور "اخا الانصار" وغیرہ کہتے تھے۔ روایت کے مطابق حضرت مریم کے والد ماجد کا نام عمران تھا اور وہ بڑے عابد و زاہد انسان تھے۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ کا نام "حنہ بنت فاقوذا" تھا۔ (معارف)

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا 29

انہوں نے اس بچہ کی طرف اشارہ کر دیا تو قوم نے کہا کہ ہم اس سے کیسے بات اور سوال کریں جو گہوارے میں بچہ ہے۔

قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ڜ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا 30ۙ

(چونکہ اعتراض بچے پہ تھاتو وجہِ اعتراض نے خود جواب دیناشروع کیا) بچے نے کہا: میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔

وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا 31۝

اور میں جہاں بھی رہوں مجھے بابرکت بنایا ہے اور زندگی بھر نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا ہے۔

وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا 32؁

اور مجھے میری والدہ مریم صِدّیقہ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْہَا کا فرماں بردار اور ان سے بہترین سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھے سرکش اور نافرمان اور سخت شقاوت والا نہیں بنایا۔

☆ جبار اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے لیے تو لوگوں پر ہر قسم کے حقوق کا قائل ہو، لیکن کسی دوسرے کے لیے اپنے اوپر کسی بھی حق کا قائل نہ ہو۔ اس کے علاوہ "جبار" اس شخص کو بھی کہتے ہیں کہ جو غیض وغضب کے عالم میں لوگوں کو مارتا اور نابود کرتا ہو۔ اور فرمان عقل کی پیروی نہ کرے یا وہ یہ چاہتا ہو کہ اپنی کمی اور نقص کو تکبر اور بڑائی کے دعوے کے ذریعے پورا کرے۔ یہ ساری کی ساری صفات ایسی ہیں جو ہر زمانے کے طاغوتوں اور متکبرین سے ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

اک تناظر و تفسیر کے مطابق آپؑ کا پیام یہ تھا کہ" میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھکو کتابِ و شریعت عطا کی اور صاحبِ اختیارِ امت بنایا اور حکم دیا کہ نظام الٰہی کا نفاذ کر کے تم کی زندگی کا ہر پہلو عبادات سے معاشیات تک الٰہیٰ بنانے کا حکم دیا اور مجھکو اللہ نے ولیِ امت (یعنی داودؑ کا اصلی وارث) (مسیحِ منتظر) بنایا، نہ کہ ویسا جبار و شقی جو حاکمیت کے الٰہیٰ منصب پہ قبضہ کر کے بیٹھے ہیں"

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا 33؁

آخر میں یہ نومولود کہتا ہے: "خدا کا مجھ پر سلام و درود ہو اس دن کہ جب میں پیدا ہوا اور اس دن کہ جب میں مروں گا اور اس دن کہ جب میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا"

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَـقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ 34؁

یہ ہے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں قول حق جس میں یہ لوگ شک کر رہے تھے

چند اہم نکات:۔

ا۔ قرآن کا حسن بیان اور ولادت عیسیٰ (علیہ السلام):۔ قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت اس قسم کے اہم مسائل میں خصوصیت کے ساتھ دیکھتی ہے۔ دیکھئے کس طرح قرآن اس قدر خرافات سے مخلوط اہم مسئلے کو مختصر، گہری، زندہ، پر معنی، منہ بولتی اور ناطق عبارتوں کے ساتھ پیش کرتا ہے مذکورہ بالا آیات میں سات نمایاں صفات، دو اعمال اور ایک دعا کا ذکر ہوا ہے۔

پہلی صفت: خدا کا بندہ ہونا کہ جس کا ذکر تمام اوصاف کی ابتداء میں ہے کہ آدمی کا عظیم ترین مقام عبودیت ہی ہے۔

دوسری صفت:۔ اس کے بعد کتاب آسمانی کا حامل ہونا ہے۔
تیسری صفت:۔ مقام نبوت ہے۔
چوتھی صفت:۔ مقام عبویت ورہبری کے بعد مبارک ہونے کا بیان ہے یعنی معاشرے کی حالت کے لیے مفید ہونے کو پیش کیا گیا ہے۔ایک حدیث میں امام جعفر صادق (علیہ السلام) نے فرمایا کہ مبارک کا معنی نفاع ہے (یعنی زیادہ نفع ہونا)
پانچویں صفت:۔ماں کے لیے نیکوکاری ۔
چھٹی اور ساتویں صفت:۔ جبار و شقی نہ ہونا اور ان کے بجائے متواضع، حق شناس اور سعادت مند ہونا ہے۔
اللہ کی طرف سے نماز وز کوۃ کی وصیت کا بیان اور یہ ان دونوں کاموں کی انتہائی اہمیت کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ دونوں کام خالق و مخلوق کے ساتھ ارتباط کی رمز ہیں۔ کیونکہ یہ انسان کا رشتہ مخلوق سے اور بعض خالق سے جوڑتے ہیں۔
دعاوالتجا جو وہ اپنی زندگی کے آغاز میں خدا سے کرتے ہیں یہ ہے: یار خدایا اور تین دنوں کو میرے لیے سلامتی والا قرار دے اول ولادت کا دن، دوسرے موت کا دن اور تیسرے وہ دن جبکہ قیامت میں مجھے زندہ ہونا ہے۔

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ 35؀ۭ
اللہ کے شایان شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے، وہ (ایسی باتوں سے) پاک ہے، جب وہ کسی امر کا ارادہ کرلیتا ہے تو بس اس سے فرماتا ہے: ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے۔

مَاکَانَ للہِ اَنۡ یَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ:۔ "کَانَ "استمرار کے لیے ہے، یعنی اللہ کے لائق نہ پہلے کبھی تھا اور نہ ہے کہ وہ کوئی بھی اولاد بنائے۔ "وَلَدٍ" نکرہ ہونے کی وجہ سے ترجمہ تھا "کوئی اولاد "لیکن اس سے پہلے "مِنۡ "آنے کی وجہ سے عموم اور زیادہ ہو گیا، اس لیے ترجمہ کیا گیا ہے "کہ وہ کوئی بھی اولاد بنائے "لڑکا یا لڑکی، کسی فرشتے کو یا جن کو، یا انسان کو یا کسی اور مخلوق کو۔

وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ 36؀
بیشک اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، پس اس کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ 37؀
پھر مختلف گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور ویل ان لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے کفر اختیار کیا اور انھیں بڑے سخت دن کا سامنا کرنا ہو گا۔

مسیحت کی تاریخ بھی اس بات کی اچھی طرح گواہی دیتی ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بعد ان کے بارے میں کس حد تک اختلاف کیا۔ کہ "**قسطنطین** "**شہنشاہ روم** نے مسیحیت کے بڑے بڑے علمائ کا ایک اجتماع بلایا کہ جو ان کے تین

مشہور تاریخی اجتماعات میں سے ایک تھا کہ جس کے ارکان کی تعداد دو ہزار ایک سو ستر تک جا پہنچی یہ سب کے سب ان کے بزرگوں میں سے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں بحث شروع ہوئی تو موجود علماء نے اس کے بارے میں بالکل مختلف نظریات کا اظہار کیا اور ہر گروہ کا اپنا ایک الگ ہی عقیدہ تھا۔

ان میں سے بعض نے کہا کہ وہ خدا ہے کہ جو زمین پر نازل ہوا ہے۔ ایک گروہ کو اس نے زندہ کیا اور بہت سے لوگوں کو موت دے دی۔ اس کے بعد آسمان کی طرف صعود کر گیا ہے۔

بعض دوسروں نے کہا کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔

بعض نے کہا کہ وہ تین اقانیم (تین مقدس ذوات میں سے) ایک تھا، باپ، بیٹا اور روح القدس۔ بعض نے یہ کہا کہ وہ ان تین میں کا تیسرا ہے۔ خدا معبود ہے، وہ بھی معبود ہے اور اس کی ماں بھی معبود ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ وہ بندۂ خدا ہے اور اس کا بھیجا ہوا رسول ہے۔

دوسرے فرقوں میں بھی الگ الگ باتیں کیں۔ اس طرح سے کہ ان عقائد میں سے کسی پر بھی اتفاق نظر حاصل نہ ہوا۔ سب سے بڑی تعداد تین اقانیم عقیدے کے طرف داروں کی ۳۰۸ تھی کیونکہ یونانی بت پرست 3 بتوں کو اسی تصور کے ساتھ مانتے تھے اور ایسا عقیدہ عوام جلدی مان لیتے اور یہ بادشاہ اور پادری صاحبان کے مفاد میں تھا۔ تو اس کو بادشاہ نے **زیادہ ووٹ ہونے کی بنیاد پہ** قبول کر لیا اور اس کا قانونی و رسمی عقیدے کے عنوان سے دفاع کرنا شروع کر دیا اور باقی عقیدوں کو چھوڑ دیا لیکن سوال یہ ہے کہ کیا عقیدہ ووٹوں سے حق قرار پاتا ہے یا وہ جو اللہ کی طرف سے ہو؟ اور یہ سب **۳۸۱ سنہ عیسوی میں قسطنطنیہ میں ہوا تو اس سے پہلے تک یہ عقیدہ نہیں تھا** قسطنطنیہ میں اسی فیصلہ ہوا جس میں **روح القدس** کو بھی خدا کے درجہ پر اسقفوں نے فائز کیا گیا۔ اور **انجیل کے وہ تمام نسخے جو اس الیکشن میں جیتنے والے عقیدے** کے مطابق ملے انکو خدا کا کلام کہا گیا جبکہ باقی بہت سے نسخوں کو **خدا کا کلام ماننے سے انکار** کر دیا گیا اور تثلیث کے اس نظریے کو آخری شکل دے دی گئی۔

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ 91

اور اس خاتون مریم بتولؑ کو یاد کرو جس نے اپنی شرم وحیاء کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف سے روح انفاخ کر دی اور اسے اور اس کے فرزند کو تمام عالمین کے لئے اپنی نشانی قرار دے دیا۔

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ 50

اور ابن مریم اور ان کی والدہ کو ہم نے ایک نشانی بنایا اور انہیں ہم نے ایک بلند مقام پر جگہ دی جہاں اطمینان تھا اور چشمے پھوٹتے تھے۔

یہ اس پر سکون اور پر آرائش مقام کی طرف ایک مجمل سا اشارہ ہے جو اللہ نے ان دونوں ماں بیٹے کو عطاء کیا تھا تا کہ دشمن کی آنکھوں سے او جھل اطمینان سے اپنی ذمہ داریاں نبھائیں، البتہ یہ مقام جغرافیائی لحاظ سے کہاں واقع ہے، اس بارے میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔

بعض کے خیال میں یہ مصر کا کوئی علاقہ ہے، کیونکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کی والدہ ماجدہ نے دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے ایک مدت تک مصر میں قیام کیا تھا۔ بعض کے خیال میں یہ "رملہ" (بیت المقدس کے شمال میں ایک شہر ہے) کا علاقہ ہے، کیونکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کی والدہ ماجدہ نے ان دونوں علاقوں میں کچھ عرصہ قیام کیا تھا۔ یہ خیال بھی ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس کے گردونواح میں وہ جنگل ہو، جہاں آپ (علیہ السلام) کی ولادت ہوئی، جہاں ماں بیٹے کے لیے خوشگوار پانی جاری کیا گیا اور تازہ کھجوروں سے ان کی ضیافت کا اہتمام کیا گیا اور اس جگہ کو انکے لیے ہر طرح سے محفوظ بھی بنایا گیا ہے۔

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَي الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝

ہمارا ارادہ یہ ہے کہ ان لوگوں پر ہم احسان کریں جو زمین میں کمزور کر دیے گئے ہیں اور انہیں (ظہورِ امام مہدی آخر الزماںؑ وسیدنا عیسیٰؑ پوری دنیا پہ نظامِ اسلامی کا نفاذ فرما کے) زمین کا وارث اور اہل زمین کا پیشوا بنا دیں

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝

اور (یاد کرو) جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا اور آپ سے بھی اور نوح سے بھی اور ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے بھی اور ان سب سے ہم نے پختہ و بہت سخت قسم کا عہد لیا۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَي الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ 13؀

اللہ نے تمہارے لیے دین میں وہی کچھ مقرر کیا ہے جس کی وصیت اس نے نوح (علیہ السلام) کو کی تھی اور جس کی وحی ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کی طرف کی ہے، اور جس کی وصیت ہم نے کی تھی ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو کہ قائم کرو دین کو۔ اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بہت بھاری ہے مشرکین پر یہ بات جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف (آنے کے لیے) چُن لیتا ہے اور وہ اپنی طرف ہدایت اُسے دیتا ہے جو خود رجوع کرتا ہے۔

اس حقیقت کو واضح کر رہی ہے کہ توحید الٰہی کی طرف اسلام کی دعوت کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ تمام اولوالعزم انبیاء کی دعوت ہے نہ صرف توحید کی حد تک، تمام بلکہ بنیادی مسائل میں تمام انبیاء کی دعوت کے اصول تمام آسمانی ادیان میں ایک ہی تھے۔ دین پر عمل کرنے کے طریقے کو شریعت کہا جاتا ہے۔ ہر دور کی شریعت مختلف ہونے کے باوجود شریعت، دین سے مختلف چیز نہیں ہے۔ دین الٰہی اساسی اور بنیادی لحاظ سے مجموعی طور پر ہر جگہ ایک ہے ہر چند کہ انسانی معاشرے کے ارتقائی تقاضوں کے تحت فروعی قوانین کو انسان کے ارتقائی مراحل سے ہم آہنگ کرنا پڑتا ہے تا کہ وہ بالتدریج اپنی آخری حدود اور "خاتم ادیان" تک پہنچ جائیں۔ اسلامی مسلمہ عقیدے کے مطابق صرف اللہ ہے۔ شریعت اور قانون بنانا دین (نظامِ حیات) اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ ہے۔ کسی غیر اللہ کو اس میں مداخلت کا حق حاصل نہیں ہے۔ نظامِ توحید کے قیام اور دین حق کے غلبے کی صورت میں مشرکین کے دلوں میں کڑھن تو بہت ہوگی، لیکن اللہ تعالیٰ نے تو تمام نبیوں اور اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھیجا ہی اسی لیے ہے کہ وہ اللہ کے دین کو ہر غیر الٰہی نظام زندگی پر غالب کر دے۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ 57؀

اور جب ابن مریم کی مثال دی گئی تو آپ کی قوم نے اس پر شور مچایا۔

وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ 58؁

اور کہتے ہیں: آیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ (عیسیٰ علیہ السلام)، وہ آپ سے یہ بات محض جھگڑنے کے لئے کرتے ہیں، بلکہ وہ لوگ بڑے جھگڑالو ہیں

جب کفار سے کہا گیا کہ اللہ کے علاوہ جو بھی تمہارے جھوٹے خدا ہیں وہ سب جہنم واصل ہوں گے تو شور مچانے لگے کہ پھر تو مسیحؑ کی بھی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے، بت اللہ نے یہ آیت نازل کی کہ یہ صرف جھگڑا اپھیلانے کی خاطر یعس بول رہے ہیں ورنہ مسیحؑ نے اپنی عباست کا نہیں کہا بلکہ لوگوں نے انکی ذاتِ مقدس کو خدا بنالیا، آپؑ کا ان جھوٹے خداوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ 59؀ۭ

وہ (عیسیٰ علیہ السلام) تو محض ایک بندہ تھا جو ہمارے بندوں ہی سے تھا جس پر ہم نے اپنا فضل کیا تھا اور بنی اسرائیل کے لیے ایک الہیٰ نمونہ بنایا۔

وَلَمَّا جَاۗءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ 63؁

اور عیسیٰ جب واضح دلائل لے کر آئے تو بولے: میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور جن بعض باتوں میں تم اختلاف رکھتے ہو انہیں تمہارے لیے بیان کرنے آیا ہوں، پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

حضرت عیسیٰ کی بعثت کا مقصد

یہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی بعثت اور ان کی دعوت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نہایت واضح نشانیوں کے ساتھ آئے اور بنی اسرائیل کو دعوت دی کہ میں وہ اصل دین واپس لے کر آیا ہوں جس کی تعلیم حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے دی، حکمت دین جس سے تم نے اپنے کو محروم کر لیا وہ لے کر آیا ہوں تاکہ تم میں ایمانی زندگی پیدا ہوا۔ تاکہ تم نظامِ تقویٰ کو اپناؤ اور میری اطاعت ولی الناس کی حیثیت سے کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ 64؁

بے شک اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے تو اسی کی بندگی کرو۔ یہی سیدھی راہ ہے۔

حضرت عیسیٰ کی اصل دعوت بھی توحید ہی کی دعوت تھی۔یعنی توحیدی جہان بینی اور توحیدی نظامِ حیات صرف یہی ہی وہ سیدھا راستہ ہے جو دنیاوی زندگی میں بھی سکون وسعادت اور آخرت کی ابدی ودائمی زندگی میں بھی فوز وفلاح سے ہمکنار وسرفراز کرسکتاہے۔اور اس سے منہ موڑنے کی صورت میں دارین کی تباہی ہے۔میری اطاعت کی اساس توحید ہے کہ اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے۔اسی توحیدی راستے کو اختیار کرنے کی صورت میں صراط مستقیم حاصل ہوتا ہے۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ 65ـ

پھر لوگوں کی جماعتوں نے آپس میں (انکے بارے میں) اختلاف کر لیا تو جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے لئے ہلاکت وتباہی ہے اس دن کے عذاب سے جو دردناک ہوگا۔

حضرت عیسیٰ کے اس واضح اور صاف وصریح اعلانِ حق وصداقت کے باوجود وہ لوگ اختلافات کی دلدل ہی میں پھنسے رہے اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔کسی نے حضرت عیسیٰ کو عین خدا قرار دیا۔کسی نے خدا کا بیٹا مانا۔اور کسی نے تین خداؤں میں سے ایک ان کو خدا اپنا بیٹا اور پھر ایک انسان کے خدا ہونے کا مسئلہ ان کے لیے ایسی گتھی بنا جسے سلجھاتے سلجھاتے اس میں بے شمار فرقے بن گئے۔۔اور بہت کم نے حق مانا کہ وہ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہی حق ہے۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ڏ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ 27ـ

پھر ہم نے ان ہی کے نقش قدم پر دوسرے رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ (علیہ السلام) بن مریم (علیہ السلام) کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا کر دی اور ان کا اتباع کرنے والوں کے دلوں میں مہربانی اور محبت قرار دے دی اور **رہبانیت کو ان لوگوں نے از خود ایجاد کر لیا** تا اور اس سے رضائے خدا کے طلبگار ہیں اسے ہم نے ان کے اوپر فرض نہیں قرار دیا اور انہوں نے خود بھی اس کی مکمل پاسداری نہیں کی تو ہم نے ان میں سے واقعی (اصل تعلیمات پر) ایمان لانے والوں کو اجر عطا کر دیا اور ان میں سے زیادہ تو بالکل فاسق اور گمراہ ہیں۔

رہبانیت یعنی ترک دنیا کو مسیحیوں نے خود گھڑ لیا ہے۔اللہ نے ترک دنیا کا حکم نہیں دیا تھا لیکن مسیحیوں نے اللہ کے ہاں بلند درجہ حاصل کرنے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرنے کے لیے جنگلوں اور پہاڑوں میں پناہ لینے کا ایک رواج ڈال دیا جبکہ اللہ نے انہیں اپنی خوشنودی حاصل کرنے کا حکم دیا تھا اللہ کی خوشنودی کے حصول میں حیات دنیا حائل نہیں ہے بلکہ حب دنیا حائل ہے۔حیات دنیا جائز اور حلال طریقوں سے بہتر اور صحت مند رکھنے سے اللہ کی رضاجوئی آساں ہوجاتی ہے۔(حضرت علی (ع) دعائے کمیل) اے اللہ! تیری عبادت کے لیے میرے اعضاء میں قوت عنایت فرما۔

حدیث نبوی ہے:

لَارَهۡبَانِیَّۃَ فِی الۡاِسۡلَامِ۔۔۔(مستدرک الوسائل ۱۴ : ۱۵۵)

اسلام میں رہبانیت کا تصور نہیں ہے۔

دوسری حدیث میں فرمایا:

اِنَّمَا رَہبَانِیَّۃُ اُمَّتِی الْجِھَادُ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ۔۔۔(مستدرک الوسائل ۲ : ۴۰۱)

میری امت کی رہبانیت فی سبیل اللہ جہاد ہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے روایت ہے:

الاِتِّکَائُ فِی الْمَسْجِدِ رَہبَانِیَّۃُ الْعَرَبِ اِنَّ الْمُؤْمِنَ مَجْلِسُہُ مَسْجِدُہُ وَصَوْمَعَتُہُ بَیْتُہُ۔(الکافی ۲ : ۶۶۲)

عربوں کی رہبانیت مسجد میں بیٹھنا ہے مومن کی جگہ اس کی مسجد ہے اور اس کا صومعہ اس کا گھر ہے۔

ان لوگوں نے ترک دنیا کے اصول کی رعایت بھی نہیں کی اور اپنے مفاد کی خاطر رسول اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان نہیں لایا۔ ان مسیحیوں میں سے جو لوگ ہمارے رسولوں مسیحؑ و محمدؐ پر ایمان لے آئے ان کو تو اجر ملے گا۔ مگر ان میں سے کثیر تعداد میں لوگوں نے اپنی مفاد پرستی کو نہیں چھوڑا اور راہِ مسیحؑ و محمدؐ پر ایمان نہیں لائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ 28؀ڎ

اے ایمان لانے والو اللہ سے ڈرو اور **اللہ کے رسولؐ پر ایمان لے آؤ**۔ اللہ تم کو اپنی رحمت سے دوگنا اجر دے گا اور تم کو ایسا نور عنایت کرے گا کہ اس کو لیے ہوئے تم حق کے ساتھ زندگی کی راہ پہ چلو گے اور تم کو بخش دے گا اور اللہ غفور رحیم ہے۔

اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیتِ مجیدہ کا معنٰی یوں ہے کہ " اے (عیسیٰؑ پر حقیقی) ایمان لانے والو اللہ سے ڈرو اور **اللہ کے رسول (محمدؐ) پر ایمان لے آؤ**" اس صورت میں آیت کا پیغام کچھ یوں ہے کہ **عیسٰیؑ پر حقیقی ایمان لانے والو** کو دعوت ایمان سے پہلے اس بات کی یہ ہدایت فرمائی گئی کہ تم لوگ اللہ سے ڈرو یعنی لوگوں کے خوف اور ڈر کی بجائے تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی گرفت و پکڑ کر اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اور ان کو دوہرے اجر و ثواب کی خوشخبری اس لئے سنائی گئی کہ ان کو دو بڑے امتحانوں سے گزرنا پڑا اور یہ ان دونوں ہی میں کامیاب رہے ایک اپنے رسول پر ایمان کے امتحان میں اور دوسرے نبی آخر الزمان کا (علیہ السلام) پر ایمان کے سلسلے میں، اور اس ایمان و اخلاص کے نتیجے میں ان کو اس عظیم الشان نور سے سرفرازی نصیب ہوگی جس کی روشنی میں یہ لوگ اس دنیا میں راہ حق پر چلیں گے، اور اسی کی روشنی میں وہ آخرت میں جنت کی طرف جائینگے، جیسا کہ اسی سورۂ کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا۔ {یوم تری المؤمنین والمؤمنت یسعی نورھم بین ایدھم وبایمانھم} یعنی اس روز تم دیکھو گے کہ ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کا نور اور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہو گا اور اس موقع پر ان کو اس عظیم الشان خوشخبری اور صدائے دلنواز سے نوازا جائے گا۔ {بشرکم الیوم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ذلک ھو الفوز العظیم} [الحدید: 12] یعنی خوشخبری ہو تم سب کو ایسی عظیم الشان جنت کی جن کے نیچے سے بہہ رہی ہیں طرح طرح کی عظیم الشان نہرین۔ جہاں تمہیں ہمیشہ اپنا نصیب ہو گا۔ یہی ہے بڑی کامیابی، محمد ﷺ پر ایمان کے نتیجے میں میدان قیامت میں مومنین صادقین کو اس عظیم الشان نور سے سرفراز کیا جائے گا جس کی روشنی میں وہاں

پر یہ خود بھی چلیں گے اور وہ سب لوگ بھی جنہوں نے دنیا میں ان کی پیروی کی ہو گی، جبکہ کافر اور منافق لوگ وہاں پر گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈوبے ہوں گے جیسے دنیا میں حق سے دوری کے اندھیروں میں۔

لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَـقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ 29

تا کہ اہل کتاب (یہود و مسیحان) کو معلوم ہو جائے کہ وہ فضلِ خدا کے بارے میں کوئی اختیار نہیں رکھتے ہیں اور فضل تمام تر خدا کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے اور وہ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔

اہم حقیقت: ایک یہ کہ جو یہودی یا عیسائی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان نہیں لائے، کہ نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بنو اسرائیل کے بجائے بنو اسماعیل میں کیوں ہیں یا یہودی یا عیسائی مذہب سے کیوں نہیں بھیجے گئے، ان سے کہا جارہا ہے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، یہ تمہارے اختیار کا معاملہ نہیں ہے کہ جس کو تم چاہو اسی کو دیا جائے، دوسری حقیقت یہ ہے کہ عیسائیوں میں ایک زمانے میں یہ طریقہ عام ہو گیا کہ مسیحؑ کو قربان مان کر جو بھی کر وہ تمہارے گناہوں کے عوض گیا اب تم نجات یافتہ ہو اور تم جو بھی گناہ کرتے پھر وانکی بخشش ہو جائے گی، آیت کریمہ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ نجات و بخشش ایسے نہیں ہوتا، یہ تمام تر اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ اس نے سلسلہء انبیاءؑ مقرر کیا دین عطا کیا اس پہ عمل کرنا سکھایا اور اس ایمان و عمل کا نتیجہ نجات و بخشش رکھا، اپنی مغفرت اور رحمت رکھا۔ نجات نہ خون سے ہے نہ رسومات سے بلکہ فضلِ رب ہے۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ حق شناس اہل کتاب یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ ان کے لیے اب اللہ کے فضل کے حصول کا کوئی درست راستہ رہا ہی نہیں ' بلکہ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے لیے راستہ تو اب بھی کھلا ہے۔ وہ آئیں 'خود کو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قدموں میں ڈال دیں ' قرآن پر ایمان لائیں اور اللہ کے فضل میں حصہ دار بن جائیں۔ سورۃ بنی اسرائیل { عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یَّرۡحَمَکُمۡ } (آیت ۸) "ہو سکتا ہے کہ اب تمہارا رب تم پر رحم کرے۔ تمہارا ربّ اب بھی تم پر رحمت فرمانے پر آمادہ ہے۔ تم حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لے آؤ اور قرآن و اہلِ بیتِ رسولؐ سے تمسک کر لو اور اللہ کی رحمت کے مستحق بن جائو۔ اگلی آیت میں مزید واضح فرمادیا گیا: { اِنَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَہۡدِیۡ لِلَّتِیۡ ہِیَ اَقۡوَمُ } "یقیناً یہ قرآن راہنمائی کرتا ہے اس راہ کی طرف جو سب سے سیدھی ہے"۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْـرٌ مُّبِيْنٌ

اور (وہ وقت بھی یاد کیجئے) جب عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) نے کہا: اے بنی اسرائیل! بیشک میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس رسولِ معظّم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آمد کی بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لا رہے ہیں جن کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے، پھر جب وہ (رسولِ آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واضح نشانیاں لے کر ان کے پاس تشریف لے آئے تو وہ کہنے لگے: یہ تو کھلا جادو ہے۔'

اناجیل کی پیشگوئی میں حضرت مسیح (علیہ السلام) نے اپنی زبان سریانی میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نام کا ذکر کیا ہے جس کا بعد میں یونانی زبان میں ترجمہ فارقلیط کیا گیا ہے جس کے معنی کا تعین نہیں ہو سکا۔ کبھی اس کا ترجمہ "تسلی دہندہ "سے کرتے ہیں، کبھی "مددگار" سے کبھی "شفاعت کنندہ "سے اور کبھی "وکیل "سے کرتے ہیں۔ جبکہ اہل تحقیق کے مطابق فارقلیط(paracletus) کا ترجمہ محمود، احمد یا محمد یعنی قابل ستائش ہے۔

صاحب تفہیم القرآن لکھتے ہیں کہ انہیں سیرت ابن ہشام میں محمد بن اسحاق کے حوالہ سے یہ لفظ ملا۔ یہ لفظ سریانی میں مُنْحَمَنَّا ہے جو محمد کے ہم معنی ہے۔ محمد بن اسحاق متوفی ۱۶۸ھ کے زمانے میں فلسطینی عیسائی سریانی زبان بولتے تھے۔

مسیحی نو مسلم محمد صادق فخر الاسلام نے اپنی کتاب انیس الاسلام میں "میں کیوں مسلمان ہوا "کے عنوان کے ذیل میں لکھا ہے :

میرے مسیحی استاد نے اس شرط پر کہ میں ان کا نام کسی کو نہ بتاؤں دو کتابیں مجھے دکھائیں جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت سے قبل لکھی ہوئی تھیں۔ ان دونوں کتابوں میں فارقلیط کا ترجمہ احمد اور محمد سے کیا ہوا تھا۔ (قاموس قرآن)

یہ جاننا ضروری ہے کہ مسیح (علیہ السلام) اور ان کے ہم عصر اہل فلسطین کی عام زبان آرامی زبان کی وہ بولی تھی جسے سریانی (Syriac) کہا جاتا ہے۔ مسیح کی پیدائش سے دوڈھائی سو برس پہلے ہی سلوقی (Seleucide) اقتدار کے زمانے میں اس علاقے سے عبرانی رخصت ہو چکی تھی اور سریانی نے اس کی جگہ لے لی تھی۔ اگرچہ سلوقی اور پھر رومی سلطنتوں کے اثر سے یونانی زبان بھی اس علاقے میں پہنچ گئی تھی، مگر وہ صرف اس طبقے تک محدود رہی جو سرکاری دربار میں رسائی پا کر یا رسائی حاصل کرنے کی خاطر یونانیت زدہ ہو گیا تھا۔ فلسطین کے عام لوگ سریانی کی ایک خاص بولی (Dialect) استعمال کرتے تھے۔ جس کا لہجہ، تلفظ اور محاورات دمشق کے علاقے میں بولی جانے والی سریانی سے مختلف تھے اور اس ملک کے عوام یونانی سے اس قدر ناواقف تھے کہ جب ۷۰ء میں یروشلم پر قبضہ کرنے کے بعد رومی جنرل تیتس (Titus) نے اہل یروشلم کو یونانی میں خطاب کیا تو اس کا ترجمہ سریانی زبان میں کرنا پڑا۔ اس سے یہ بات خود بخود ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) نے اپنے شاگردوں سے جو کچھ کہا تھا وہ لا محالہ سریانی زبان ہی میں ہو گا۔
دوسری بات یہ جاننی ضروری ہے کہ بائبل کی چاروں انجیلیں ان یونانی بولنے والے عیسائیوں کی لکھی ہوئی ہیں جو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بعد اس مذہب میں داخل ہوئے تھے۔ ان تک حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے اقوال و اعمال کی تفصیلات سریانی بولنے والے عیسائیوں کے ذریعہ سے کسی تحریر کی صورت میں نہیں بلکہ زبانی روایات کی شکل میں پہنچی تھی اور ان سریانی روایات کو انہوں نے اپنی زبان میں ترجمہ کر کے درج کیا تھا۔ ان میں سے کوئی انجیل بھی مسیحؑ کے دنیا سے بلند ہونے کے 70 سال گزرنے سے پہلے کی لکھی ہوئی نہیں ہے اور انجیل یوحنا تو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے ایک صدی 100 سال بعد غالباً ایشیائے کوچک کے شہر افسس میں لکھی گئی ہے۔ مطبع کی ایجاد سے پہلے کے جتنے یونانی مسودات جگہ جگہ سے تلاش کر کے جمع کیے گئے تھے ان میں سے کوئی بھی چوتھی صدی سے پہلے کا نہیں ہے۔ اس لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ تین صدیوں کے دوران میں ان کے اندر کیا کچھ ردوبدل ہوئے ہوں گے۔ (اک تفسیر سے انتخابِ حاشیہ)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے جب کہ اسے اسلام کی دعوت دی جا رہی ہو؟ اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

اہل کتاب کے دونوں گروہوں یعنی یہود و نصاریٰ نے نبی اعظم و آخر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پہچانا اور خوب پہچانا جیسا کہ گزشتہ آیت میں دیئے گئے حوالوں سے ظاہر ہے لیکن ان دونوں ہی گروہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور ان پیش گوئیوں کا انکار کر دیا جو آپ کے حق میں بیان کی گئی تھیں بعض نے ان کی غلط تاویل کی اور بعض نے ان کو بالکل مسخ کر کے اپنی کتاب ہی میں سے ایسی پیش گوئیوں کو نکال دیا۔ اگرچہ ان کی تحریف کے باوجود پھر بھی بہت سے اشارات و استعارات باقی رہ گئے لیکن واضح طور پر جو بیان تھا اس کو انہوں نے بالکل حذف کر دیا۔ اناجیل کے حوالوں سے گزشتہ مضمون میں ہم نے وضاحت کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس انجیل میں نہایت وضاحت اور صاف صاف الفاظ میں ان پیش گوئیوں کا ذکر تھا اور اس کے اسلام کی خوبیوں اور معرفات کا بیان تھا اسی انجیل ہی کو کتب انجیل سے نکال باہر پھینکدیا، جس کی شہادت آج بھی برناباس کی انجیل پیش کر رہی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَـوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ 14ع

اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بن جاؤ جس طرح عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا: کون ہے جو راہِ خدا میں میرا مددگار بنے؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے مددگار ہیں، پس بنی اسرائیل کی ایک جماعت تو ایمان لائی اور ایک جماعت نے انکار کیا لہٰذا ہم نے ایمان لانے والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی اور وہ غالب ہو گئے۔

اے ایمان والو! تم اللہ کے مددگار بن جاؤ یعنی اللہ کے دین کی نصرت کرو اور اللہ کے دین کی نصرت کرنے کو اللہ تعالیٰ کی نصرت سے موسوم کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری نصرت کا ہرگز ہرگز محتاج نہیں ہے بلکہ جو لوگ دین کی سربلندی کے لیے کوشاں رہتے ہیں وہ گوناگوں برکات سے اپنی زندگی کو مالا مال کرتے ہیں اور لاریب ایسا کرنے میں ان کا اپنا بھلا ہے اور ان کی آنے والی نسل کا بھی بھلا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے جذبات کی قدر کرتا ہے اور ان کے اس جذبہ کو بڑھانے کے لیے وہ اس طرح کے الفاظ بیان فرماتا ہے اور یہ اسلوب قرآن کریم میں عام ہے۔

حواریین کون ہیں؟

قرآن مجید میں پانچ مرتبہ عیسیٰ (علیہ السلام) کے حواریوں کے بارے میں ذکر آیا ہے۔ یہ تعبیر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے مخصوص بارہ اصحاب کی طرف اشارہ ہے۔ یہ لفظ مادہ "حور" سے دھونے اور سفید کرنے کے معنی میں ہے۔ چونکہ وہ پاک دل اور باصفا روح رکھتے تھے اور اپنی اور دوسروں کی روح و جان کو پاک و صاف کرنے کی کوشش کرتے تھے، اس لیے اس لفظ کا ان پر اطلاق ہوا ہے۔ وہ مخلص ایثار

کرنے والے مجاہد اور مبارزہ کرنے والے افراد تھے اور انہیں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے بہت عشق اور محبت تھی۔ عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے حواریوں سے کہا تھا: "خدا کی طرف میری مدد کرنے والا کون ہے؟

حواریین نے بڑے فخر کے ساتھ جواب دیا: "ہم ہیں"۔ اور اسی راہ میں دشمنان خدا کے ساتھ مبارزہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ بنی اسرائیل کا ایک گروہ تو ایمان لے آیا اور ایک گروہ کافر ہو گیا۔ (فامنت طائفة من بنی اسرائیل و کفرت طائفة)

اس موقع پر ہماری نصرت اور مدد ان کی کمک کے لی آ پہنچی "ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لا چکے تھے دشمنوں کے مقابلے میں تقویت دی اور انجام کار وہ غالب آ گئے۔ "(فایدنا الذین امنوا علی عدوھم فاصبحوا ظاھرین) ۔ یہاں انصارِ مسیحؑ کا تذکرہ ہے، تحریف شدہ انجیل میں انکو غدار، انکار کرنے والا، دھوکہ دینے والا، ساتھ چھوڑنے والا بتایا گیا ہے جبکہ قرآن حقیقت کو آشکار کر رہا ہے کہ انصارِ مسیحؑ پاکیزہ ایماندار مخلص تھے، مجاھد و مبارز تھے، ایسے مستقیم کہ وہ اسوہ کہلائے۔انصارِ مسیحؑ حوارین سے مراد موجودہ انجیل والے اصحاب ہیں یا گمنام مجاھدین! یہ اک تحقیق طلب سوال ہے۔ مگر ہر دو صورت میں انکا جو نقشہ موجودہ انجیل کھینچتی ہے وہ حقیقت نہیں ہو سکتا کیونکہ اس نقشے کے مطابق تو آج کے مسیحی بھی انکو قابلِ پیروی نہیں سمجھتے، ماسواء پولوس کے جو مسیحؑ کے حوارین میں نہیں۔

۱۔ کُونُوٓا۟ أَنصَارَ ٱللَّهِ: انصار اللہ کا مقام حاصل کرنا (مجاہد) ہر مقام سے بھی بالاتر مقام ہے۔ چنانچہ یہ نصرت صرف میدان جنگ میں منحصر نہیں ہے۔ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واوصیاءِ رسولؐ کے ہر قدم میں انصار بن جائیں۔

۲۔ قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّنَ: جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے اپنے حوارین سے کہا تھا۔ حواری وہ ہستیاں ہیں جو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے خاص حامی وناصر اور دعوت الی الحق کے ساتھی تھے۔ چنانچہ بعض روایات کے مطابق حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) ان حوارین کو مختلف علاقوں میں تبلیغ وہدایت کے لیے بھیجتے تھے۔

حق کے طرفدار اہل باطل کے مقابلے میں استقامت سے مصروفِ جہاد رہیں گے اور اسلامِ نابِ محمدیؐ کی بقا کی خاطر پر طاغوت و باطل سے مسلسل ٹکراتے رہیں تو وہ خدا کے یاور و انصار ہیں اور انجام کار انہیں بھی کامیابی نصیب ہو گی۔

الحمدللہ و صل اللہ علیٰ سیدنا و نبینا و منجینا ابی القاسم محمد ﷺ والہٖ طاہرین المعصومین ولعنت اللہ علیٰ اعداء اللہ و اعداءہم اجمعین

دعا ہے کہ یہ طالب علمانہ کاوش بارگاہِ رب الاحد و سیدنا محمد ﷺ و آلِ محمد ﷺ میں مقبول ہو اور سرکار امام الحجتؑ ابن الحسنؑ المہدی (عجل اللہ فرجہ الشریف) کے ظہورِ پرنور اور آپؑ کے دستِ اقدس سے سیدنا مسیحؑ ابن مریمؑ کے ساتھ مل کر عالمی حکومتِ اسلامی و نفاذِ نظامِ ولایت و امامت کے لیے زمینہ سازی کی راہ میں اک قدم قرار پائے۔ اور ہر محترم قاری و قاریہ کتاب کے لیے باعثِ ہدایت ہو۔

ہم آپکی آراءِ گرانقدر و سوالاتِ علمی کے منتظر رہیں گے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ

ابو محمد احمد الفاطمی

www.islamimarkaz.com www.fridayrevival.com ahmadfatimi1@gmail.com